

فَقَدْ أَحْتَمِلُوا بُهْتَانًا وَمِنْهَا مَا مَبِينًا

(انھوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا) (احزاب: ۵۸)

کتابے کتناہی



پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارہ مسعودیہ
۵۶/۲-ای، ناظم آباد، کراچی سندھ
اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء



فَقَدْ اَحْتَمَلُوا بِهْتَانًا وَاَسْمَانًا

(انھوں نے بہتستان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا) (احزاب: ۵۸)

گناہ بے گناہی

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے ؛ پی۔ ایچ۔ ڈی



ادارۃ مسعودیہ

۲/۶، ۵۔ ای، ناظم آباد، کراچی، سلاوی جمہوریہ پاکستان

حقوق طباعت بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	_____	گناہ بے گناہی
مصنف	_____	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
طابع	_____	
ناشر	_____	ادارۃ مسعودیہ، کراچی
مطبع	_____	شاہکار پریس، کراچی
طباعت	_____	۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۸ء
تعداد	_____	گیارہ سو
قیمت	_____	۳۶ روپے

ملنے کے پتے

- ۱- ادارۃ مسعودیہ ۶، ۵-ای، ناظم آباد، کراچی
- ۲- سرہند پہلی کیشنز، ۸۸/۷-۸، ڈی۔ ایم۔ اینج سوسائٹی۔ کراچی
- ۳- مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی
- ۴- ضیاء القرآن پہلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
- ۵- شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور
- ۶- ادارۃ مسعودیہ، مسعود، ۱۱-میں روڈ، لاہور



انساب

ان حریت پسندوں کے نام

جنہوں نے ناموسِ اسلام کی حفاظت کے لئے آن کو آن نہ سمجھا، جان کو جان نہ سمجھا۔

جنہوں نے فرنگیوں کے آگے سر نہ جھکایا، ایک خدا کو اپنا خدا سمجھا۔

جنہوں نے فرنگیوں کے گیت کبھی نہ گائے، نعتِ مصطفیٰ میں زندگی بسر کی۔

جو نہ فرنگیوں کو چاہتے تھے، نہ ان کے چاہنے والوں کو چاہتے تھے۔

جنہوں نے فرزندِ اسلام کو کفار و مشرکین کے زرغے سے نکالا۔

جنہوں نے ملتِ اسلامیہ کی آسودگی کی خاطر اپنی عزتیں قربان کیں، اپنی جانیں نذر کیں۔

جنہوں نے مملکتِ اسلامیہ کی راہ سے کلتھے ہٹاتے، پھول بچھاتے۔

جنہوں نے اپنا خون پسینہ اغیار کے لئے نہیں، اسلام کیلئے بہایا۔

جن کے دامنِ داغِ موالاتِ ہنود سے بے داغ رہے۔

جنہوں نے غلامی کی تاریک راتوں میں اُجالے کئے۔

جنہوں نے گرتی قوم کو تھاما، ڈوبتی نیا کو پار لگایا۔

جن پر اسلام ناز کرتا ہے، جن پر کفر ماتم کرتا ہے۔

جن کی محبتوں میں ساز تھا، جن کی نفرتوں میں سوز تھا۔

- جو جانِ اخلاص تھے، اور ایسے یک رنگ کہ فورنگی کا گزرتک نہیں۔
- جن کی زبانیں وہی کہتی تھیں جو دل پہ گزرتی تھی، جن کی ہر بات پر دلی گواہی دیتا تھا۔
- جو دل درومند رکھتے تھے، جو چشم پر غم رکھتے تھے۔
- ہاں، وہ چمکتے ماہتاب، راتیں جن کو ترس رہی ہیں۔
- ہاں، وہ دکھتے آفتاب صبحیں جن کا انتظار کر رہی ہیں۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

اللہ اکبر
وہم یومئذ
یصلون
وہم یومئذ
یصلون

حرفِ آغاز

راقم ۱۹۵۷ء سے برابر لکھ رہا ہے، ۱۹۶۹ء تک امام احمد رضا کے مطالعے سے محروم رہا، اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ماسولتے والد ماجد حضرت مفتی اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمہ راقم کے تمام اساتذہ کا تعلق امام احمد رضا کے مخالفین یا مخالفین کے مویدین سے رہا لیکن جب ۱۹۷۰ء میں مطالعہ کا آغاز کیا تو ایک اور ہی عالم نظر آیا جس نے حیران و ششدر کر دیا۔ اللہ اکبر! حقیقت کیا تھی اور کیا بتایا گیا۔۔۔ اب جوں جوں مطالعہ کرتا ہوں، حیرانگی بڑھتی ہی جاتی ہے۔

مطالعہ و مشاہدہ نیک و بد اور خیر و شر کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہے۔ پروپیگنڈے سے کچھ وقت کے لئے خیر کو شر اور نیک کو بد بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے مگر ہمیشہ کے لئے نہیں۔۔۔ مطالعہ کے بعد جب جہل و لاعلمی کے پردے اٹھتے ہیں تو مطالع صاف نظر آنے لگتا ہے۔۔۔ تو دیکھنے والوں نے دن کی روشنی میں دیکھا اور بہت کچھ لکھا اور شائع کیا۔۔۔ پاک و ہند کے مختلف علمی اداروں، مجلسوں اور ناشرین نے اپنی سی کوشش کی۔۔۔ اب جامعات میں بھی کام شروع ہو گیا ہے، ایم اے کے پرچوں میں امام احمد رضا پر سوالات آرہے ہیں اور تحقیقی کام بھی ہو رہے ہیں مثلاً ایک فاضل نے پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی فقاہت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی ہے، ایک فاضلہ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہی اور دوسری فاضلہ سندھ یونیورسٹی (پاکستان) سے امام احمد رضا کی شخصیت پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔۔۔ اس طرح کام ہو رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔

گزشتہ دس برسوں میں راقم نے امام احمد رضا کی سیرت کے مختلف گوشوں پر

خامہ فرسائی کی مگر پیش نظر گوشہ ہنور شدہ تکمیل تھا۔ ۱۹۶۹ء میں انگلستان سے جناب محمد الیاس صاحب (سیکرٹری مجلس رضا) مانچسٹر نے لکھا کہ امام احمد رضا پر انگریز نوازی کے الزام کے خلاف ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جائے۔ چوں کہ راقم حیات امام احمد رضا (وسیط) کی تدوین میں مصروف تھا اس کے علاوہ الزامات کے تعاقب سے بالعموم گریز کرتا ہوں اس کے لئے معذرت پیش کر دی۔ اوائل ۱۹۸۰ء میں کتاب مذکور کی تدوین سے فارغ ہوا تو موصوف نے پھر یاد دہانی کرائی اور باصرار تقاضا کیا۔ اس وقت راقم علوم جدیدہ و قدیمہ اور امام احمد رضا کے عنوان سے ایک مقالہ کا آغاز کر چکا تھا، نومبر ۱۹۸۰ء میں جب اس سے فارغ ہوا تو پیش نظر موضوع کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ پڑھا لکھا طبقہ غلط فہمی کی بنا پر اس الزام تراشی سے متاثر نظر آتا ہے، ضروری تھا کہ غلط فہمیاں دور کی جائیں اور مورخین و محققین سے جو فروگزاشت ہو گئی ہے اس کا ازالہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے مندرجہ بالا حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

راقم کے کرم فرما پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب نے ایک کتاب کے مقدمے میں امام احمد رضا اور مولانا اشرف علی تھانوی کے لئے یہ اظہار خیال فرمایا :-
انگریزوں نے توڑ کے لئے اپنی تائید میں جوابی فتوے تیار کرائے۔ یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ اس زمانے میں مولانا اشرف علی تھانوی (د ۱۹۳۳ء) اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی (د ۱۹۲۱ء) ہر دو مختلف الخیال علماء نے

لئے یہ کتاب مکتبہ نعمانیہ۔ سیاحت سے شائع کر رہا ہے۔ حیات امام احمد رضا (وسیط) کی تدوین کا بھی ارادہ ہے، مواد فراہم کر لیا گیا ہے۔ جب خدا کو منظور ہو ایہ کام بھی ہو جائے گا۔ مسعود
۱۔ شہزاد شہید احمد: پاکستان میں آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۰ء، ص ۱۳
۲۔ پروفیسر سید جمال الدین (شعبہ تاریخ، جامعہ طیبہ، دہلی) نے اپنے ایک غیر مطبوعہ انگریزی مقالے میں تحریک سلفیت اور تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کے کردار کا جائزہ لیا ہے مگر وہ بھی ایسی (بقیہ صفحہ)

ترک موالات کے خلاف علیحدہ علیحدہ فتوے دیتے جو انگریزوں کے ایمار
سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔ ۱

اس کے برخلاف ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اس رائے کا اظہار فرمایا ہے :-
تھانوی اور بریلوی مکاتیب فکر گو کسی طرح بھی برطانیہ کے ولدا وہ نہ تھے مگر
وہ ہندوؤں کے عزائم کے بارے میں بہت ہی متشکک تھے اور اس بات
کو ناپسند کرتے تھے کہ مسلم قیادت مہاتما گاندھی اور انڈین نیشنل کانگرس
کے زیر نگیں ہو جائے۔ وہ اس حقیقت سے اور بھی حیران
و پریشان تھے کہ مہاتما گاندھی کے منشور اور انڈین نیشنل کانگرس کی تجاویز
کی حمایت و تائید کے لئے مفتیان اسلام قرآنی آیات اور احادیث
نبوی کی تلاش میں سرگرم عمل تھے۔ ۲

دبقیہ عاشید ملا، شہادت پیش کرنے سے قاصر ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ امام احمد رضا نے
انگریزوں کی ایمار پر بالواسطہ یا بلاواسطہ فتوے لکھا۔ (نوٹو اسٹیٹ کاپی، مملوکہ راقم الحروف)
بالفرض ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ امام احمد رضا نے انگریزوں کے ایمار پر فتویٰ
دیا تو ظاہر ہے کہ انسان کوئی اہم اور خطرناک کام کسی نہ کسی منفعت کے لئے کرتا ہے مگر جہاں تک تاریخی
شواہد کا تعلق ہے امام احمد رضا کو حکومت برطانیہ کی طرف سے کوئی انعام نہیں ملا، پھر وہ تو اس تحریک
کے دوران ہی ۱۹۲۱ء میں انتقال فرما گئے تھے، کم از کم ان کے صاحبزادگان کو انعامات سے نوازا جاتا مگر
ایسی بھی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ بلاشبہ یہ علم تاریخ کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہے کہ
جو زندگی کے کسی مرحلے پر انگریزوں کا خیر خواہ نہ بنا، اس کو خیر خواہ مشہور کیا گیا اور اس کے مخالفین جو
کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں کے خیر خواہ رہے، بدخواہ تسلیم کئے گئے۔

۱۔ خورشید احمد: پاکستان میں آئین کی تدوین، ص ۱۴

۲۔ اشتیاق حسین قریشی: علماء ان پالیٹکس (انگریزی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء،

ان حقائق کے پیش نظر راقم نے اپنی تالیف فاضل بریلوی اور ترک موالات کے دوسرے
 اڈیشن میں پروفیسر محمد ایوب قادری کے خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا :-
 پاکستان کے ایک فلم کار پروفیسر محمد ایوب قادری نے ایک جگہ یہ
 عجیب اظہار خیال فرمایا ہے ۔ ۲

راقم نے یہ اڈیشن اپنے ایک دیرینہ کرمفرما کو ارسال کیا۔ موصوف حکومت پاکستان
 کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں۔

کرمفرمائے موصوف نے راقم کی کتاب پڑھ کر جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ اعلیٰ طبقے کے
 اندیشوں اور غلط فہمیوں کی نشاندہی کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں :-

اگرچہ آپ نے ص ۵ پر پروفیسر محمد ایوب قادری کا ”عجیب اظہار خیال“
 نقل کیا ہے لیکن ان کے اس وزنی اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ اگر یہ سنگین
 الزام ثابت ہو جائے کہ انگریزوں کے ایما پر فاضل بریلوی نے ترک موالات
 کے خلاف فتوے دیا تھا تو یہ عند اللہ بہت بڑا حرم ہو گا کیونکہ دنیا میں
 انگریزوں سے بڑھ کر مسلمانوں اور اسلام کی دشمن اور کوئی قوم نہیں ہوتی، تاریخ
 کے اوراق گواہ ہیں، لہذا اگر سیاسی غلامی سے نجات کی خاطر اہل ہندوستان
 میں مسلمان، ہندو، سکھ وغیرہ نے سیاسی گٹھ جوڑ کیا تو یہ شرعی طور پر ہندو مسلم
 اتحاد نہیں بنتا جس کے خلاف فاضل بریلوی نے اپنا زور قلم صرف کیا اور
 دیگر علماء از قبیل مولوی اشرف علی تھانویؒ وغیرہ نے فتوے دیتے.....
 آپ کو چاہیے تھا کہ تاریخی اور دستاویزی شواہد سے

۱۔ اس کا پہلا اڈیشن مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد تقریباً
 پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ مسعود

۲۔ محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء، ص ۷۵

اس سنگین الزام کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے۔ فاضل بریلوی کی علمیت اظہر ہے، اخلاص اور نیک نیتی ثابت کرنی چاہیے تھی تاکہ جو الزام پر وفیسر قادری نے کسی مضبوط وجہ سے لگایا اس کا رد ثابت ہوتا۔ ۲۔ آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :-

ہندوستان کو غلامی سے آزاد کرنے کی خاطر اگر متفقہ طور پر کوئی اقدام اٹھایا گیا تو کیوں معیوب ٹھہرا جب کہ دوسری طرف سے انگریزوں کی ایما پر عالمان شریعت عظام دنیا کی خاطر اپنا ایمان بیچ ڈالیں۔ ۳۔

ان خیالات کا اظہار ۱۹۴۳ء میں کیا گیا تھا الزام کا جواب اس لئے نہ لکھا گیا کہ راقم بے بنیاد الزامات کے تعاقب میں نہیں پڑتا اور تعمیری و تخلیقی اور مثبت کام کو فوقیت دیتا ہے کیوں کہ بالعموم دیکھا یہ گیا ہے کہ قبول حق کے بجائے مخالف نئے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں آنے کی کوشش کرتا ہے، اس کی کوشش ہمیشہ منفی رہتی ہے، مثبت نہیں، اپنی بات نبھانے کے لئے ہزار جتن کرتا ہے۔ اس لئے الزامات کے تعاقب سے مخالف کو پریشان کرنے اور مصروف رکھنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ اختلاف رائے کی قدر کی جانی چاہیے لیکن بعض دانشوروں کا حال تو یہ ہے کہ اختلاف رائے کی وجہ سے دوستی و محبت کو بالائے طاق رکھ کر مخالفت

۱۔ مکتوب کے تیور بتا رہے ہیں کہ جانب دیگر جھکاؤ ہے۔ پھر مدعی کے ساتھ یہ رعایت کہ شہادت سے مستعفی کر دیا گیا اور مدعا علیہ پر یہ شدت کہ شہادتی میں طلب کی جا رہی ہیں۔ ایک طرف یہ سو زطن کہ کہ انگریزوں کے ایما پر فتوے لکھا گیا اور دوسری طرف یہ حسن ظن کہ کسی مضبوط وجہ سے الزام لگایا گیا۔

اس سو زطن اور حسن ظن میں مطالعہ سے زیادہ مکروہ پر وہ پیگنڈے کا دخل ہے۔ مستور

۲۔ مکتوب محرمہ ۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء از کراچی

۳۔ ایضاً نوٹس :- اب بات کھل کر سامنے آگئی جس الزام کے لئے دلائل و شواہد کی طلب

تھی، اب وہ بے دلیل تسلیم کر لیا گیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

پر اتر آتے ہیں، گویا تاریخی حقائق بھی کوئی عقائد میں کہ ان سے اختلاف کرنے والا گردن زونی قرار پائے۔ راقم الحروف تاریخی حقائق اور عقائد دونوں کو الگ الگ خانوں میں رکھنے کا قائل ہے۔ اختلاف رائے کی صورت میں دلائل و براہین سے قائل کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ تاریخ کو تاریخ کے مقام پر رکھا جائے لیکن اگر عقیدے کا وجہ دے دیا گیا اور اس پر اصرار کیا گیا کہ "مستند ہے میرا فرمایا ہوا" تو بات بگڑتی جائے گی اور ضد بحث کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا جس سے سوائے تلخیوں اور افتراق کے کچھ حاصل نہیں اسی لئے راقم نے خود کو مثبت تحقیقات کیلئے وقف کر رکھا ہے گو بعض طبائع پر یہ بھی گراں ہے۔ اپنے طبعی میلان کی وجہ سے ۱۹۷۳ء سے اب تک امام احمد رضا پر اس الزام کے خلاف تفصیلاً کچھ نہ لکھا لیکن بہتان طرازی اور الزام تراشی کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اور حقائق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے خود دانشوروں کو گولگولہ کے عالم میں پایا بلکہ بعض دانشوروں کو الزام تراشی کی اس مہم میں سرگرم عمل پایا تو اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔ امام احمد رضا کے مخالفین کے لئے نہیں کیوں کہ مخالفت جب عقیدہ راسخ بن جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں سوائے غلبی ہدایت کے۔ جو کچھ لکھا گیا ان دانشوروں کے لئے جو کچھ جاننا چاہتے ہیں اور ان جوانوں کے لئے جو تاریخ کی سچی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں امید ہے کہ یہ مقالہ حق پسند طبیعتوں کے لئے کافی و کافی و شافی ہوگا۔ مولا تعالیٰ ہم سے یہی صورت حال راقم کو درپیش ہے، ایک دیرینہ کرمفرما جو بفضلہ تعالیٰ پی۔ ایچ۔ ڈی بھی ہیں راقم سے اس لئے خوش نہیں کہ امام احمد رضا کیوں تحقیق کرتا ہے، چنانچہ وہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:-

دکھایا احمد رضا خاں کے علاوہ آپ کسی اور موضوع پر لکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے؟

(مکتوب محرمہ ۲۶، نومبر ۱۹۸۰ء، از اسلام آباد)

شاید ان کے علم میں نہیں کہ گزشتہ ۲۴ سالوں میں راقم ایک سو سے زیادہ موضوعات پر قلم اٹھا چکا ہے۔ مسعود

سب کو قبول حق کی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر ہدایت فرمائے۔ آمین
بمقامِ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

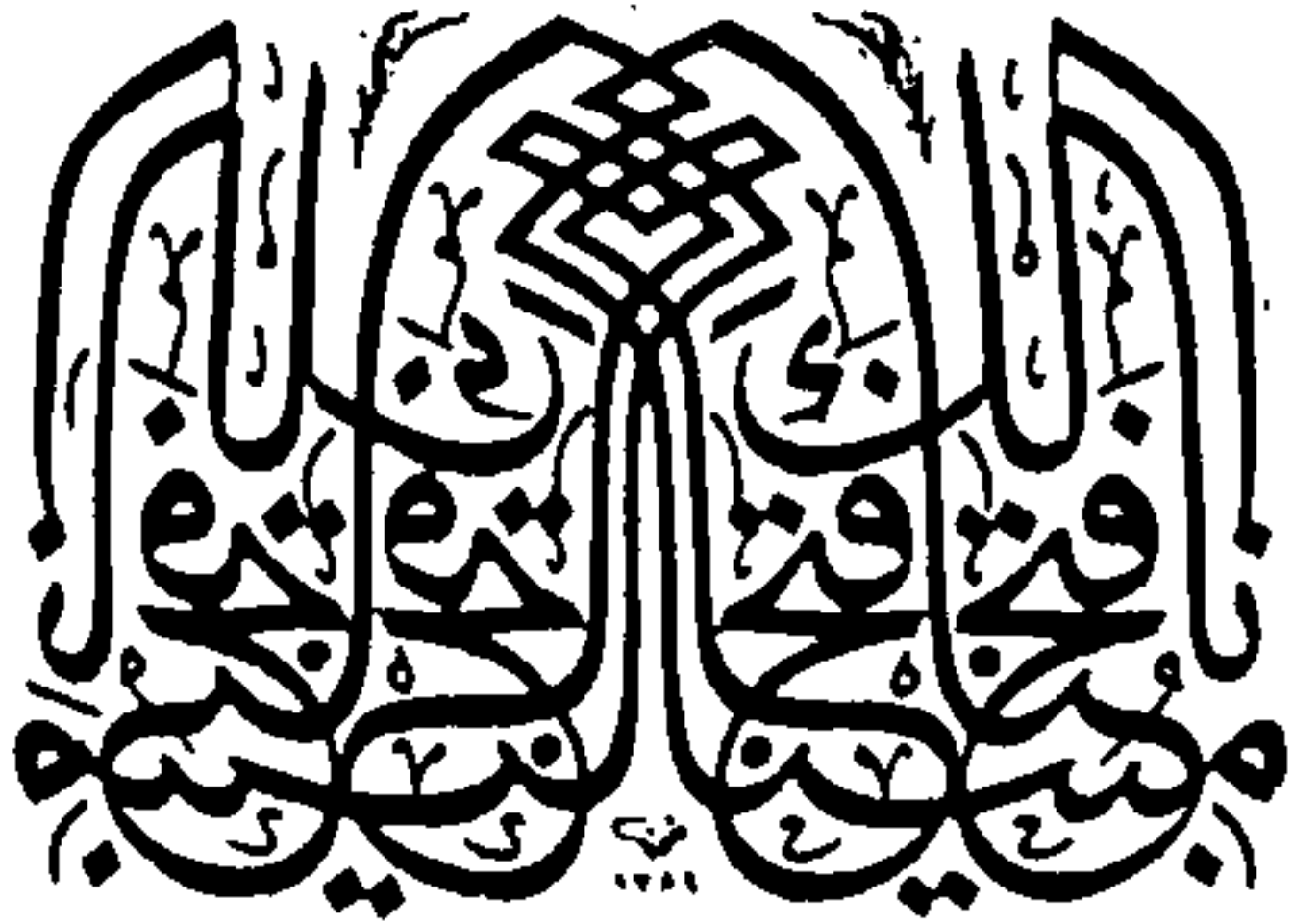
۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

پریسٹیل

گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ

۹ دسمبر ۱۹۸۰ء

(سندھ، پاکستان)



مشمولات

آفتاب آمد
۲۰-۱۵

۱- معاشرت و مذہب
۲۲ ————— ۳۲

- امام احمد رضا کے عہد شباب کا ایک اہم فتویٰ
○ انگریز عورتوں سے شادی کرنے سے احتراز لازم ہے
○ انگریزوں کے ذبیحہ سے پرہیز ضروری ہے
○ قرآن کریم پر عیسائی پادری کا اعتراض اور امام احمد رضا کا جواب
- ۲- حکومت عدالت
۳۲ ————— ۴۱

- حکومت برطانیہ سے غیر شرعی معاہدے کے خلاف امام احمد رضا کا تعاقب۔
○ انگریزی حکومت سے نفرت
○ مولانا معین الدین اجمیری کی شہادت
○ ملکہ وکٹوریہ، ایڈروڈ ہفتم اور جارج پنجم کی تصویروں سے نفرت
○ انگریزی عدالت سے نفرت

۳۔ تعلیم و تہذیب

- انگریزی تعلیم سے نفرت
- انگریزی تہذیب سے نفرت
- مولانا حامد رضا خاں کی انگریزی تہذیب پر سخت تنقید

۴۔ فکر و خیال

- نیوٹن پر تنقید
- البرٹ آئن اسٹائن پر تنقید
- البرٹ ایف۔ پورٹا پر تنقید

۵۔ موہنین، مقلدین، مجہین نصاریٰ

- مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف امام احمد رضا کا رسالہ
- برادر احمد رضا، مولانا حسن رضا خاں کا رسالہ
- فرزند احمد رضا، مولانا حامد رضا خاں کا رسالہ
- تحریک ختم نبوت میں امام احمد رضا کے متبعین کا کردار
- سر سید احمد خاں پر تنقید
- ندوة العلماء پر تنقید

۶۔ خلوت و جلوت

- انگریزی کی صورت سے نفرت
- برادر مجاہد جنگ آزادی مولانا عبدالقادر بدایونی سے محبت

شہید خبگ آزادی مولانا کفایت علی کانی سے اُفت

۷۔ الزامات و اسباب الزامات

۵۵ — ۶۴

- تحریک خلافت اور امام احمد رضا
○ تحریک ترک موالات اور امام احمد رضا
○ ہندوؤں کی قیادت سے امام احمد رضا کی بیزاری

۸۔ جواب و تصدیق جواب

۶۴ — ۶۶

- امام احمد رضا کا تاریخی جواب
○ محمد جعفر شاہ پھلواری کی گواہی
○ سید الطائف علی بریلوی کی گواہی

۹۔ حقائق و شواہد

۶۶ — ۷۴

۱۰۔ ماخذ و مراجع

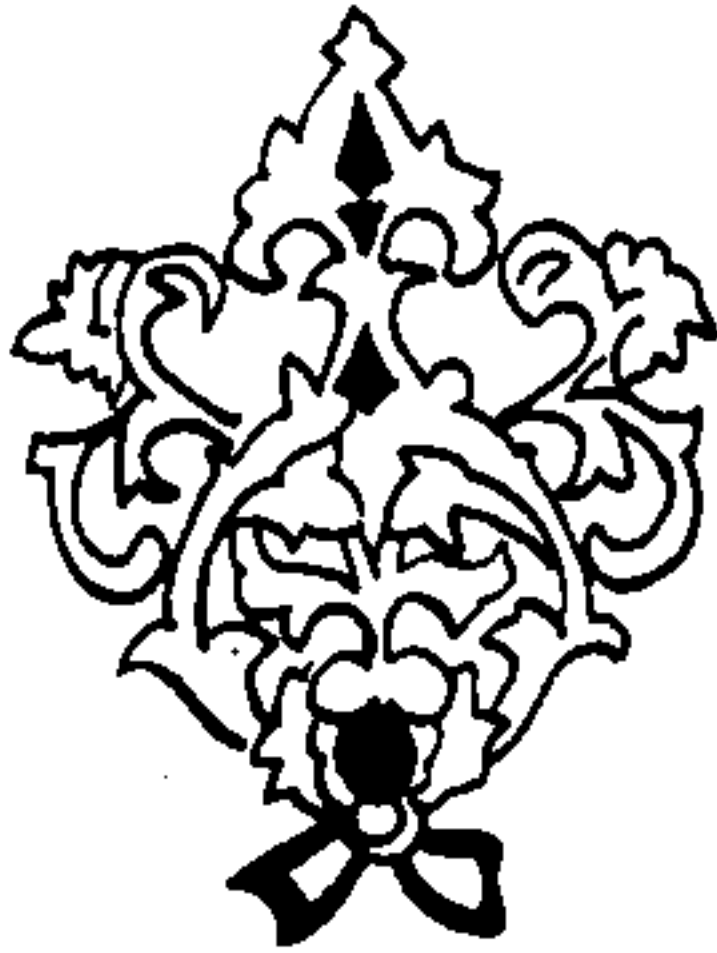
۷۴ — ۷۸





آفتاب آمد

نصاری، نصرانی افکار، نصرانی تہذیب و تمدن کے خلاف امام احمد رضا
کے اقوال و افکار اور معاصرین کی تائید۔





①

نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ بلاشبہ مشرکین ہیں کہ
وہ بالقطع قائل بہ بتسائیت و نبوت ہیں۔

(امام احمد رضا: اعلام الانعام بان ہندوستان دارالاسلام) مصنفہ ۱۳۰۶ھ / ۱۸۸۸ء
مطبوعہ بریلی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۷ء (ص ۱۹)

②

اللہ اللہ یہ قوم! یہ قوم! سرسرو لوم — یہ لوگ! یہ لوگ
جنہیں عقل سے لاگ نہیں جنہیں جنون کا روگ — یہ اس
قابل ہوتے کہ خدا پر اعتزاز من کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان
دھریں! انا للہ وانا الیہ راجعون!

{ (امام احمد رضا: المقصم علی مشرک فی آیۃ علوم الارحام) مصنفہ ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء
مطبوعہ لاہور، ص ۱۹ - ۲۰ }

(۳)

انگریزی اور بے سود تفریح اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین ،
دنیا میں بھی نہیں پڑتا ، صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آں مہلا
میں مشغول ہو کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا
نہ ہو ، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے ۔

(امام احمد رضا : الحجۃ المومنین فی آیتہ الممتحنہ (مصنفہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) مطبوعہ لاہور

۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء ، ص ۹۳)

(۴)

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام ، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز
مکروہ کھری قریب بحرام ، واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے
تو گنہگار ، مستحق عذاب ۔ والعیاذ باللہ العزیز الغفار

(امام احمد رضا : العطا یا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ، جلد سوم ، مطبوعہ لائل پور ، ص ۲۲۲)

۵

انگریزوں کی تقلید اور فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و پھریت سے
 نجات، بہت دل خوش کن کلمات ہیں۔ — خدا ایسا ہی
 کرے! — مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل
 نہیں ہو سکتے، اُس آگ کو بجھانے سے طیں گے جو سید احمد خاں
 نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈوں میں اس کی لپٹیں مشتعل
 ہیں۔ —

(امام احمد رضا، الحجۃ المؤمنہ فی آیۃ الممتحنہ، مطبوعہ لاہور، ص ۹۳)

۶

ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بیومی رحمۃ اللہ
 سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ — ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور
 کر رکھا تھا کہ نعوذ باللہ وہ سرکارِ برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور
 تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور۔
 دراصل ہر دور میں کسی کو بدنام کرنے کے لئے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ
 اختیار کر لیا جاتا ہے جس کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہو۔
 (شریک تحریک ترک موالات، محمد جعفر شاہ پھلواری بحوالہ خیابان رضا، قلمی مرتبہ
 محمد مرید احمد چشتی، مخزنہ جامعہ نظامیہ لاہور)

۷

سیاسی نظریے کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بلاشبہ
حریت پسند تھے، انگریزی اور انگریزی حکومت سے ولی نفرت تھی۔
”شمس العلماء“ قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے
صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور
بھی نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم
نہ تھی۔

{ معاصرِ امام احمد رضا، سید الطاف علی بریلوی، سیکرٹری جنرل آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس
کراچی بحوالہ اخبار تنگ کراچی، شماره ۲۵ جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۶، ک م ۵،

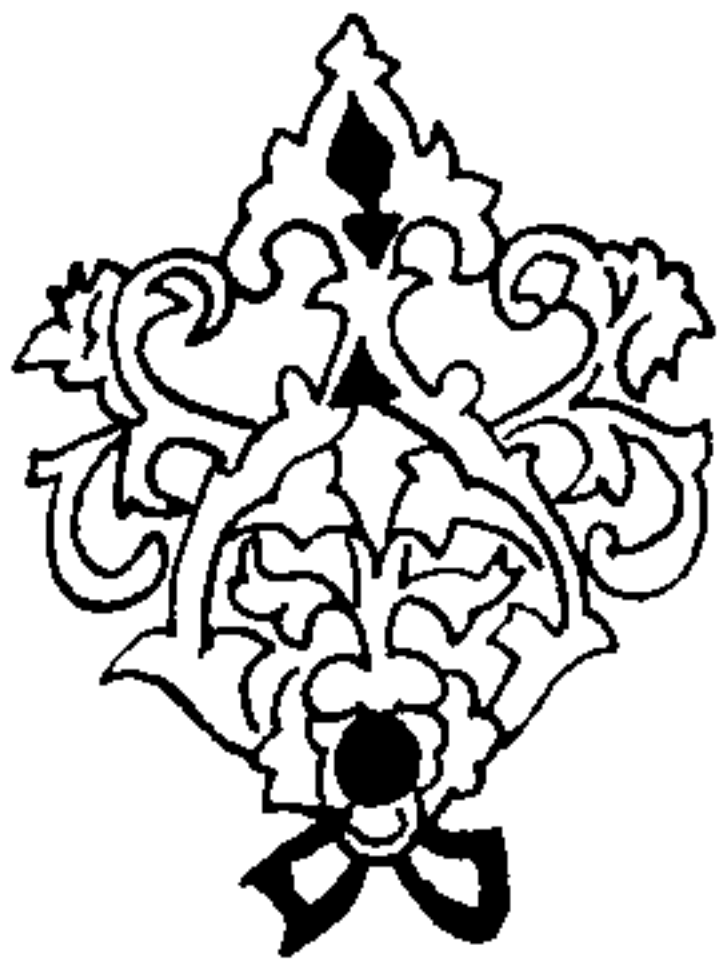
۸

لعنة الله على الكذابين جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ
جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں
کی لعنت ہو !

(امام احمد رضا، بحوالہ، ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) شماره جمادی الاول ۱۳۳۹ھ
۱۹۲۰ء، ص ۳۰)



کتابِ بے گناہی





گناہ بے گناہی

جب کسی قوم سے محبت ہوتی ہے، اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے۔
 اس کے مذہب سے محبت، اس کی معاشرت سے محبت، اس کی حکومت سے محبت،
 اس کی عدالت سے محبت، اس کی تعلیم سے محبت، اس کے نظام تعلیم سے محبت،
 اس کی تہذیب و تمدن سے محبت، اس کے افکار و خیالات سے محبت، اس کے
 پروردوں سے محبت، اس کے مقلدوں سے محبت، اس کے مددگاروں سے محبت،
 اس کے چاہنے والوں سے محبت، اس کی شکل و صورت سے محبت۔
 کہا جاتا ہے کہ امام احمد رضا انگریز کو چاہتے تھے، اس سے محبت کرتے
 تھے، اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ مگر شواہد کو کھنگالا گیا اور حقائق کا
 مشاہدہ کیا گیا تو اس چاہت و محبت کا دُور دور پتہ نہ چلا۔ ہاں جس
 نے الزام لگایا اس کا دامن داغدار نظر آیا اور جس پر الزام لگایا وہ بے داغ نظر آیا
 یہ وہ مقام ہے جہاں حیرت کو حیرت ہے!۔
 ہر پہلو سے دیکھا انگریزوں کے ساتھ دوستی و محبت کی جھلک تک نظر نہ آئی۔
 آئیے حقائق کے چہروں سے پردہ اٹھائیں، آپ بھی دیکھیں اور سمجھیں،
 ان شکوک و شبہات کا ازالہ کریں جو عرصہ دراز سے دل و دماغ میں پرورش
 پا کر راسخ ہو چکے اور بدظنی و بدگمانی کے ان تاریک غاروں میں لے گئے جہاں ہماری
 آنکھوں سے بصارت گم ہو گئی اور ہمارے دلوں سے بصیرت۔

① معاشرت و مذہب

معاشرتی لحاظ سے نصاریٰ کی عورتوں سے شادی بیاہ اور ان کے ذبیحہ کو اسلام میں حلال قرار دیا گیا ہے۔ — ایسی صورت میں ایک ایسے عالم سے جو انگریزوں کا دل سے خبیث خواہ ہو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کے اس حکم کو انگریزوں کے لئے ضرور جائز قرار دیتا لیکن شواہد سے جو حقیقت ثابت ہو رہی ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔

امام احمد رضا کے عہد شباب میں جب کہ آپ کی عمر ۲۲ سال کی ہوگی ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۰ء میں بدایوں کے ایک مستفتی مرزا علی بیگ نے ایک استفسار پیش کیا جس میں مندرجہ ذیل تین سوالات ہیں۔

- ۱۔ پہلا سوال ہندوستان کے دارالحرب یا دارالاسلام ہونے سے متعلق ہے۔
 - ۲۔ دوسرا سوال یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہے کہ وہ کتابی ہیں یا مشرک ہے۔
 - ۳۔ تیسرا سوال روافض و مقبذین کے بارے میں ہے کہ وہ مرتد ہیں یا نہیں۔
- پہلے سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے کیونکہ دارالحرب وہ ہے جہاں شریعت اسلام کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور ہندوستان میں یہ صورت نہیں اس لئے یہ دارالاسلام ہے۔ یہ فتویٰ خالصتہً فقہی ہے سیاسی

۱۔ احمد رضا: اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام، مطبوعہ بریلی ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۴ء ص ۲-۹

۲۔ ایضاً، ص ۹-۱۵

۳۔ ایضاً، ص ۱۵-۲۳

نہیں کیونکہ اس جواب میں کوئی لفظ بھی ایسا نہیں جس سے یہ ادنیٰ گمان ہو سکے کہ یہ انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے لکھا ہے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب لوگ بھی انگریزوں کے دل سے وفادار تھے جو بعد میں اس کے مقابل آئے۔ ہمارے اس خیال کی توثیق دوسرے سوال کے جواب سے ہوتی ہے جو آگے آتا ہے۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں بعض علماء و امراء ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر یہ چاہتے تھے کہ سود کی جواز کی صورت نکل آئے کیوں کہ دارالحرب میں حربی سے سود لینا جائز ہے۔ جواب میں امام احمد رضا نے ایسے لوگوں کا تعاقب کیا ہے اور لکھا ہے کہ دارالحرب قرار دے کر سود لینے کو تیار ہیں مگر ہجرت کو تیار نہیں جو بصورت دارالحرب واجب ہے۔ گویا جواب کا اصل محرک سود کے عدم جواز کے لئے شرعی بنیاد فراہم کرنا ہے نہ کہ کسی کو خوش کرنا۔ مولانا اشرف علی تھانوی بھی اس مسئلے میں امام احمد رضا کے ہم نوا تھے۔

۱۔ سر آلفرڈ لائل نے لکھا ہے کہ تمام سیاسی یا غیر سیاسی جماعتوں کے لوگ۔۔

”تاج برطانیہ کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری رکھنے میں متحد القلوب ہیں۔“

(آلفرڈ لائل، ہندی مملکت کا عروج و زوال، حیدرآباد دکن ۱۹۳۲ء)

۲۔ اشرف علی تھانوی: تہذیر لائحان عن الربو فی الہندوستان، مطبوعہ تھانہ بھون (۱۳۲۲/۱۹۰۵ء)

نوٹ: مولانا محمد قاسم نانوتوی غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے میں متذبذب نظر آتے ہیں۔

(مکتوب قاسم العلوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۲ء) ص ۳۶

مولانا نذیر حسین نے ہندوستان کو دارالامان قرار دیا ہے۔

(فضل حسین بہاری: الحیات بعد الممات مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۲)

مولانا عبدالحی لکھنوی زنگی محل نے ایک فتویٰ میں فرمایا ہے کہ بلاد ہند دارالحرب نہیں۔

(عبدالحی، مجموعہ فتویٰ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۲۲/۱۹۲۲ء ج ۱ - ص ۳۰۲)

مولانا محمود الحسن بھی ہندوستان کو ایک حیثیت سے دارالحرب قرار دیتے ہیں مگر

دوسری حیثیت سے دارالاسلام (حسین احمد: سفرنامہ شیخ الہند، مطبوعہ لاہور، ص ۱۶۶) بقیہ ص ۲۶

دوسرے سوال کے جواب میں امام احمد رضا نے جو کچھ فرمایا وہ قابل توجہ ہے۔ اس سے سارے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں :-
 نصاریٰ باعتبار حقیقت لغویہ ————— بلاشبہ مشرکین ہیں
 کہ وہ بالقطع قابل بہ تثلث و نبوت ہیں، اسی طرح وہ یہود جو الوہیت
 و انبیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قابل تھے۔ اے
 اس کے بعد لکھتے ہیں :

مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر
 جن یہود و نصاریٰ کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہل
 کتاب رکھا اور ان کے نساہ و ذبائح کو حلال و مباح ٹھہرایا۔ آیا نصاریٰ
 زمانہ بھی کہ الوہیت عبداللہ بن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے علی الاعلان تصریح
 اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ، الوہیت۔ بتدۃ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کے قابل ہوں، انہیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا
 ان پر شرعیاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کے نساہ سے تزویج
 اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا؟ اے

یہ سوال اٹھانے کے بعد امام احمد رضا نے علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ بعض نے
 ایسے نصاریٰ و یہود کو کتابیوں میں شامل کیا ہے اور ان پر احکام مشرکین کے اجراء
 سے منع کیا ہے اور بعض نے ان کو مشرکین میں شمار کیا ہے اور ان پر احکام مشرکین جاری
 کئے ہیں۔ ————— اگر امام احمد رضا انگریزوں کے ذرہ برابر بھی خیر خواہ ہوتے تو وہ

(بقیہ حاشیہ ص ۲۵) امام احمد رضا کے فتاویٰ میں تذبذب کا عالم نظر نہیں آتا، بقول ڈاکٹر محمد اقبال وہ جو کچھ کہتے
 ہیں نہایت غور و خوض کے بعد کہتے ہیں۔ بالکل واضح، جہتی اور قطعی فیصلہ دیتے ہیں۔ مستود

اے احمد رضا: اعلام الاعلام، ص ۹

کے ایضاً، ص ۹-۱۰

یقیناً اختلاف علماء سے فائدہ اٹھانے انگریزوں کو کتا بیوں میں شامل کرتے اور ان پر احکام مشرکین جاری نہ کرتے لیکن نہیں انہوں نے حد درجہ تقویٰ و احتیاط سے کام لیتے ہوئے اُس وقت اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا جب کہ انگریزوں کے خلاف رائے دینا سخت خطرناک تھا۔۔۔ انہوں نے احکام شرع کے اجراء و نفاذ میں کبھی اپنے اور بیگانے کی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ شریعت ہی کا پاس و لحاظ رکھا اور یہی ایک حق گو مفتی کا طرہ امتیاز ہے۔۔۔ امام احمد رضا نے انگریزوں کے بارے میں اپنا یہ فیصلہ صادر فرمایا :-

تاہم جب علماء کا اختلاف ہے اور اس قول پر فتوے بھی منقول ہو چکا تو احتیاط اس میں ہے کہ نصاریٰ کے نسا و ذبائح سے احتراز کرے اور اگر آجکل بعض یہود بھی ایسے پلے جلتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوٰۃ السلام کو اہلیت مانیں تو ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جائیں کہ ایسی جگہ میں اختلاف ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں۔ اگر فی الواقع یہود و نصاریٰ کتابی ہی ہوتے تاہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمد اللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ بر تقدیر کتابت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہیے۔۔۔۔۔ اور اگر انہیں علماء کا مذہب حق ہو اور یہ لوگ بوجہ اپنے اعتقادوں کے عند اللہ مشرک ٹھہرے تو پھر نکاح زمانے محض ہوگا اور ذبیحہ حرام مطلق والعیاذ باللہ! تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کے ایک جانب نامحمود اور دوسری جانب حرام قطعی ہے

ان اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا ابتداء ہی سے یہودیوں اور

عیسائیوں سے ترک موالات کے قائل تھے اور اس معاملے میں جذباتیت سے زیادہ حقیقت پسندانہ نظریہ رکھتے تھے۔ اختلاف تھا تو یہ اور اصرار تھا تو یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرنے لئے حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے اور اس کے نتیجے میں مشرکین ہند سے دوستی نہ کی جائے۔

امام احمد رضا نے عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں کے افکار و خیالات میں مداخلت اور قرآن و حدیث پر اعتراضات کو کبھی برداشت نہیں کیا بلکہ بروقت اس کا تعاقب کیا چنانچہ ایک عیسائی پادری نے اعتراض کیا کہ قرآن مجید میں تو یہ ہے کہ زچہ کے پیٹ کا حال کوئی نہیں جانتا کہ لڑکی ہے یا لڑکا، جالاں کہ ہم نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس سے یہ راز سب سے معلوم ہو جاتا ہے۔ پادری مذکور کا یہ اعتراض ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء میں قاضی عبدالوحید نے ایک استفتاء کی صورت میں پٹنہ سے ارسال کیا اور جواب کے لئے تعجیل کی درخواست کی کہ پادری کی باتوں سے ایک مسلمان کے ایمان میں شک و شبہ پیدا ہو ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مرتد نہ ہو جائے۔ امام احمد رضا نے اس استفتاء کے جواب میں مندرجہ ذیل عنوان سے ایک رسالہ تصنیف فرمایا :-

الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء

اس رسالہ میں امام احمد رضا نے مسئلے کے سر پہلو پر بڑی شافی بحث فرمائی ہے اور قاسم دلائل پیش کئے ہیں اور آخر میں عیسائیوں کے بے سرو پا عقائد پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

سبحن اللہ! اللہ کہاں! رب السموات والارض

عالم الغیب والشہادہ۔۔۔ سبحنہ وتعالیٰ۔۔۔ اور کہاں

کوئی بے تمیز، لونگا، ہیولی، ہتھقہ، ناپاک، ناشائستہ، کھڑے

ہیں کہ از کہ بریدی و باکہ پیوستی؟

خدا انصاف — وہ عقل کے دشمن، دین کے رہن، جہنم کے کوون،

ایک اور تین میں فرق نہ جانیں — ایک خدا کے تین ماہیں

پھر ان تین کو ایک ہی جانیں — بے مثل، بے کفو

کے لئے جو رو بتائیں، بیٹا ٹھہرائیں — اس کی پاک بندی

— ستھری، کنواری، پاکیزہ بتوں مریم پر ایک بڑھئی کی جو رو سونے

کی تہمت لگائیں — پھر خداوند کی حیات، خداوند کی موجودگی میں

بی بی کے جو بچہ ہو، اسے دوسرے کا گائیں — خدا اور خدا کا بیٹا

ٹھہرا کر، ادھر کافروں کے ہاتھ سے سولی دلوائیں، ادھر آپ اس کے خون

کے پیاسے، بوٹیوں کے بھوکے، روٹی کو اس کا گوشت بنا کر، در در

چبائیں — شراب ناپاک کو، اس پاک معصوم کا خون ٹھہرا کر

غٹ غٹ چڑھائیں — دنیا یوں گزری — ادھر موت

کے بعد کفارے کو اسے بھینٹ کا بکرا بنا کر جہنم بھجوائیں — لعنتی

کہیں ملعون بنائیں — اے سبحان اللہ!

اچھا خدا، جسے سولی دی جلاتے — عجب خدا

جسے دوزخ جلاتے — طرفہ خدا، جس پر لعنت آئے، جو بکرا

بنا کر بھینٹ دیا جلاتے — اے سبحان اللہ!

— باپ کی خدائی اور بیٹے کی سولی — باپ

خدا، بیٹا کس کیفیت کی مولیٰ؟ — باپ کے جہنم کو بیٹے ہی

سے لاگ — سرکشوں کی چھٹی، بے گناہ پر آگ —

موتی، ناجی — رسول، ملعون — معبود پر لعنت،

بندے مامون، تفت تفت! ————— وہ بندے جو اپنے
 ہی خدا کا خون چوسیں ————— اس کے گوشت پر دانت رکھیں
 اُف اُف! ————— وہ گندے جو انبیاء و رسل پر وہ
 الزام لگائیں کہ بھنگی چار بھی جن سے گھن کھائیں ————— سخت، فحش،
 بیودہ کلام گڑھیں اور کلام الہی ٹھہرا کر پڑھیں ————— زہ زہ بندگی!
 نہ نہ تعظیم! ————— یہ یہ تہذیب! —————
 ذوق تعظیم! —————

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

اللہ اللہ! ————— یہ قوم ————— یہ قوم! ————— مسرسلوم
 ————— یہ لوگ ————— یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ، جنہیں
 جنوں کا روگ ————— یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں
 اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں؟
 اِنَّا لَنَبِّدُ اِنَّا لَنَبِّدُ رَا جَعُونَ! —————

جس سے محبت ہوتی ہے اُس کا اس طرح ذکر نہیں کیا جلتا ————— اُس پر اس طرح
 نہیں برساجاتا ————— اُس کے عقائد و افکار کی اس طرح دھجیاں نہیں اڑائی جاتی
 ————— اُس پر اس طرح ملامت و نفریں نہیں کی جاتی —————!

ایضاً احمد رضا: المصمم علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام، مطبوعہ لاہور، ص ۱۹-۲۱
 نوٹ: جو حضرات ادب کی گہرائیوں سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قلم میں یہ روانی اور فکر کی
 یہ جولانی برسوں ریاضت کے بعد پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی شاذ و نادر —————
 امام احمد رضا یہاں مفتی سے زیادہ قادر الکلام ادیب معلوم ہوتے ہیں، مفتیوں میں قادر الکلامی
 عنقا ہے۔

مستود

قوم پرست مسلمان علماء و دانشوروں کو کفار و مشرکین ہند سے تعلق خاطر تھا تو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنے مسلمان مخالفین کے مقابلے میں کفار و مشرکین کا ذکر عزت و احترام بلکہ عقیدت سے کیا ہے، تاریخ و سیاست ہند پر ان کی تصانیف میں ایسے بہت سے نظائر مل جائیں گے مگر امام احمد رضا نے اپنی کسی تصنیف میں کسی غیر مسلم کا ذکر عزت و احترام سے نہیں کیا۔

امام احمد رضا شریعت اسلامیہ کے خلاف انگریز تو انگریز، انگریزی حکومت کی بھی بات ماننے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ مسجد کانپور کا واقعہ اس حقیقت پر گواہ ہے۔

۱۹۱۳ء میں مچلی بازار، کانپور کی مسجد کا ایک حصہ مسجد کے پاس سے سڑک نکالتے وقت جب حکومت نے سڑک میں دبا لیا تو اس پر مسلمانوں کی طرف سے سخت احتجاج ہوا حتیٰ کہ گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے آخر کار ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء کو مسلمان معززین کا ایک وفد جس میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، راجہ صاحب محمود آباد اور سر رضاعلی وغیرہ شامل تھے، لفٹیننٹ گورنر سے ملا۔ اور پھر ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ان حضرات نے مسلمان قوم کی طرف سے وائسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی، جن میں ایک شرط یہ تھی :-

چونکہ مسجد کی سطح زمین سے کسی فٹ بلند ہے اس لئے جس جگہ غسل خانے واقع تھے وہ بدستور تعمیر کر لئے جائیں گے لیکن نیچے کی زمین پر فٹ پاتھ بنا دیا جائے گا تاکہ راہ رواں پر سے گزر سکیں۔

اس معاہدے کے سلسلے میں جب مولوی محمد سلامت اللہ صاحب (ذائب منصر) مجلس مؤید الاسلام نے ۳ ذیقعد ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء کو فرنگی محل (لکھنؤ) سے ایک استفتاء بھیجا۔ امام احمد رضا کی طرف سے جواب استفتاء میں چند امور کی وضاحت طلب کی گئی تاکہ کوئی بات دھکی چھپی نہ رہے، تحقیق و تفتیش کے بعد فتویٰ صادر کیا گیا، اس میں

نہ انگریزی حکومت کی رعایت کی اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلّی کی۔ امام احمد رضا انگریز کو تو خاطر میں نہ لاتے تھے البتہ دوست کا پاس خاطر نہ وہی تھا مگر اس کی پرواہ کئے بغیر فیصلہ نافذ فرمایا۔ خود تحریر فرماتے ہیں :-

میں نے ایک مدت تک تعویق کی، اخبارات منکادہ دیکھے کہ نظر بواقعات اس کاروائی کی، کوئی صحیح تاویل پیدا ہو سکے، مگر افسوس کہ جتنا خواہش و تفتیش سے کام لیا، اسکی شاعت ہی بڑھتی گئی، ناچار جواب خلاف احباب دینا پڑا کہ اظہار حق لازم تھا، عالم مذکور (عبدالباری) سے مراسم قدم، حفظ حرمت اسلام و رفع غلط فہمی عوام پر بحمد اللہ قریباً غالب نہ آسکتے تھے۔ اے

چوں کہ یہ شرط مسئلہ اسلامی ”وقف بالعوض یا بلا عوض قابل انتقال نہیں“ کے خلاف تھی اس لیے امام احمد رضا نے نہ انگریز لفٹیننٹ گورنر کی پرواہ کی اور نہ والسرائے ہند کی۔ اور نہ اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلّی کی۔

② عدالت و حکومت

امام احمد رضا انگریزی عدالتوں سے سخت متوحش تھے، وہ انگریزی عدالتوں میں چارہ جوئی کو اسلامی اور معاشی نقطہ نظر سے مہلک تصور کرتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء میں امام احمد رضا نے مسلمانوں کے اصلاح حال کے لیے چند تدابیر پیش کی تھیں، ان میں پہلی تدبیر و تجویز کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے :-

اے احمد رضا : ابانۃ المتواری فی مصالحتہ عبدالباری (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء) مطبوعہ بریلی ص : ۸

نوٹ : ابانۃ المتواری کی اشاعت اول کا ایک نسخہ مولانا اکبر حسین درس (کراچی) سے

دائم کو ملا۔ اس میں مولانا امجد علی کی تذیل بعنوان قامع الواہیات من جامع الجزئیات بھی شامل

ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۱۳ء میں مطبع اہل سنت و جماعت بریلی سے چھپا۔ مسعود

اولاً باستثناء ان محدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصلہ کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھٹنے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔ اے پھر آگے چل کر مسلمانوں کی غفلت و بے خبری کا ذکر کرنے ہوئے اس تجویز پر عمل کا حال لکھتے ہیں:

اول یہ یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلے میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی نہ ہو تو منظور نہیں اور پھر جاکر، اگر گھر کی بھی جائے، ٹھنڈے دل سے پسند۔ گرہ گرہ زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں۔ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں؟ نہل انتم منہتوں؟ اے امام احمد رضا نے یہ تجویز پیش کر کے ایک طرف مسلمانوں کو انگریزی عدالتوں میں جانے سے روکا ہے اور دوسری طرف انگریزوں سے ترک موالات کی ایک دائمی صورت بتائی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع ہی نفع ہے اور نقصان کچھ نہیں۔ امام احمد رضا جذباتی ترک موالات کے قائل نہ تھے جس میں نقصان زیادہ ہوتا ہے، فائدہ کم

امام احمد رضا انگریزوں کی عدالتوں میں چارہ جوئی کو نہ صرف معاشی طور پر بُرا جانتے تھے بلکہ بنیاد و غیرت اسلام کے منافی سمجھتے تھے کہ جس قوم میں فیصلے کیلئے قرآن و حدیث کو حکم بنا دیا گیا وہ خدا و رسول کے دشمنوں کی عدالت سے رجوع کر کے اسلام کو یوں رسوا کرے۔ چنانچہ جب مسئلہ اذان ثانی کے مسئلے پر ان کے ہم عقید اور کرم فرما علماء کے متبعین نے امام احمد رضا کے خلاف چارہ جوئی کا فیصلہ

اے احمد رضا، تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور، ص ۵

اے الف

کیا اور اس کی خبر ان کو ہوئی تو انہوں نے اپنے خلیفہ مجاز مولانا عبد السلام جبل پوری کو درود
کرب کے ساتھ اس کی اطلاع دی اور لکھا :-

مخالفین عاجز آکر وہابیہ کی روش چلا چاہتے ہیں، نصاریٰ کے ہاں نالش!
_____ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل! _____ دعا فرمائیں کہ مولیٰ سبحانہ

ان کو اس ارادہ سے منع فرمادے اور دیگر ارادات فاسدہ ایذا رسانی، آبروریزی سے
جن پر ان کے یہاں جلسہ ہو کر اجماع ہو گیا ہے، باز رکھے۔ آمین! اے

اور جب مخالفین نے انگریزی عدالت میں دعوے دائر کر دیا اور امام احمد رضا
کے نام عدالت سے سمن جاری ہوا تو جو کچھ ہوا وہ ایک عینی شاہد سید الطاف علی
بریلوی کی زبانی سنیتے :-

”اس طرح حضرت کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریز کی عدالت میں نہ جائیں گے۔
اس کا سب سے زیادہ مشہور واقعہ جو میس کے مشاہدے میں آیا علمائے بدایوں
سے نماز جمعہ کی اذان ثانی ”نزد منبر یا صحن مسجد ہو“ کے مسئلے پر اختلاف
تھا جس بنا پر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچی۔ اہل بدایوں مدعی تھے اور انہوں
نے اپنے ہی شہر کی عدالت میں استغاثہ دائر کیا تھا۔ مولانا صاحب کے
نام عدالت سے سمن آیا، اس پر حاضر نہ ہوتے تو احتمال گرفتاری کی بنا
پر ہزاروں ہزار عقیدت کیش مولانا صاحب کے دولت کدے پر جمع

اے محمد برہان الحق جبل پوری : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۱ھ / ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۰

۲۔ سید الطاف علی بریلوی، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے سیکرٹری جنرل اور ”سہ ماہی العلم“

دکراچی کے مدیر ہیں۔ ابھی بعید حیات ہیں۔ کراچی میں رہتے ہیں، موصوف نے امام احمد رضا کا زمانہ پایا

اور ان کے جنازہ سے میں شریک ہوئے۔ خود تو مسلماً بریلوی نہیں ہیں۔ البتہ ان کے ماموں سید یارب علی رضوی

امام احمد رضا سے بیعت تھے اور سلسلہ ۲۶ سال تک ان کے پیش کار رہے۔ سید صاحب نے چند باتیں چشم دید بیان

کی ہیں اور چند باتیں اپنے ماموں سے روایت کی ہیں۔ بہر حال تاریخی نقطہ نظر سے ان کا بیان مستند اور قابل توجہ ہے۔ مستند

لکھ کر دیا ہے کہ قانوناً ۲۰۰ میل کے فاصلے سے حاضر ہونا نہیں پڑتا۔ اے
اسی طرح مولانا حامد رضا خاں نے اپنے خطبہ صدارت (مراد آباد ۱۹۲۵ء) میں مقدمہ بازیوں
پر سخت تنقید کی ہے اور فرمایا کہ اس کے ذریعے مسلمانوں کا مال دشمنوں کے ہاتھ میں چلا جاتا
ہے جو اسلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں :-

روزانہ کچھ یوں میں سود کی ڈگریاں اور قرقیاں نکلتی رہتی ہیں اور مسلمانوں کے
مال دشمنوں کے قبضے میں پہنچ کر اسلام کی مخالفت اور بیخ کنی میں صرف
ہوتے ہیں۔ ۲

امام احمد رضا انگریزی عدالت ہی سے نہیں انگریزی حکومت سے بھی نفرت
کرتے تھے، وہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں گورنمنٹ برطانیہ
کو فوجی امداد دینے کے خلاف تھے حالانکہ خود ترک موالات کے بعض لیڈروں نے چند
سال قبل ترکوں کے مقابلے میں انگریزوں کی حمایت میں مسلمان فوجی بھیجے۔ تحریک ترک
موالات کے سرگرم رہنما مولانا معین الدین اجمیری باوجود امام احمد رضا کی مخالفت کے یہ
اعتراف کرتے ہیں :

ترک موالات کی ایک تجویز نمبر ۵ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں
(مولوی اشرف علی اور مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ
گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔ ۳

امام احمد رضا کو نہ صرف انگریزی حکومت بلکہ انگریزی بادشاہوں سے بھی نفرت تھی
چنانچہ عینی شاہدوں کا بیان ہے کہ وہ لغانے پر ٹکٹ بھی اٹالگایا کرتے تھے، سید

۱۔ محمد برہان الحق جبل پوری : اکرام امام احمد رضا ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء ، ص ۱۲۱

۲۔ حامد رضا خاں : خطبہ صدارت ، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۲۵ء ، ص ۱۱

۳۔ معین الدین اجمیری : کلمۃ الحق مطبوعہ دہلی ۱۹۲۱ء ، بحوالہ

رئیس احمد جعفری : اوراق گم گشتہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء ، ص ۵۷۶

الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں :-

بقول سید الحاج ایوب علی رضوی مرحوم (جن کو ۴۴ سال تک پیش کار رہنے کا
اد پر ذکر آچکا ہے) حضرت مولانا ڈاک کے ٹکٹ لفافے پر ہمیشہ الٹا لگاتے
تھے یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ، ٹینفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے۔
یہ اہتمام نہ صرف لفافوں بلکہ بعض اوقات پوسٹ کارڈ پر بھی ملکہ اور بادشاہ کا سر نیچے
کی طرف رکھ کر اد پر پتہ لکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے مقالہ کی تیشیض کے دوران علامہ اقبال
ادین یونیورسٹی (اسلام آباد) کے پروفیسر ابراہیم صاحب کا خط آیا جس میں وہ تحریر
فرماتے ہیں :-

کل ایک طالب علم نے اعلیٰ حضرت کے خط کا عکس بھیجا ہے، اعلیٰ حضرت
کے پتے تحریر کرنے کا انداز بڑا دلچسپ ہے اور سیاسی نظریات کی ترجمانی
کرتا ہے، پتہ تحریر کرتے ہوئے آپ نے ملکہ کا سر نیچے رکھا ہے، یعنی
الٹی طرف سے شروع کیا ہے۔

مکتوب مذکور کے چند روز بعد حکیم محمد موسیٰ امرتسری (صدر مرکزی مجلس رضالہ ہور)
کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں اس خط کا عکس رکھا ہوا تھا۔ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی
کا جاری کردہ ایک پیسہ والا پوسٹ کارڈ ہے جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر بنی ہے، یہ
کارڈ یوم العزفہ ۱۳۱۳ھ (۲۲ مئی ۱۸۹۶ء) کو مدرسہ طیبہ، احمد آباد (بھارت) کے
مدرس، صاحب السیف اسلول مولانا نذیر احمد رام پوری (م ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء)
کے نام ارسال فرمایا جو ۲۷ مئی ۱۸۹۶ء کو احمد آباد پہنچا۔

امام احمد رضا کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ لفافے پر زیادہ ٹکٹ لگا کر انگریزی حکومت
کو معمولی نفع بھی پہنچایا جائے۔ اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے :-

۱۔ اخبار جنگ کراچی، شمارہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۹ء، ص ۶، ک ۵

۲۔ مکتوب پروفیسر ابراہیم، شعبہ فلسفہ، علامہ اقبال ادین یونیورسٹی، اسلام آباد مورہ ۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء

محرم آباد گوات ملک کر۔ مدرسہ طیبہ مقصد بل گلہارہ کد حجلہ کالو پو
وہدلیج جات شہریت منسل باہلیت جات مولانا گلہارہ گندرا اہل خفا
دائم گورنر

Guyarat - 1410



POST CARD
INDIA
96/27/21



THE ADDRESS ONLY TO BE WRITTEN
EAST INDIA

محرم آباد گوات ملک کر مدرسہ طیبہ مقصد بل گلہارہ کد حجلہ کالو پو
وہدلیج جات شہریت منسل باہلیت جات مولانا گلہارہ گندرا اہل خفا
دائم گورنر
محرم آباد گوات ملک کر مدرسہ طیبہ مقصد بل گلہارہ کد حجلہ کالو پو
وہدلیج جات شہریت منسل باہلیت جات مولانا گلہارہ گندرا اہل خفا
دائم گورنر

یہ مکتوب جناب صاحبزادہ ضیاء المصطفیٰ ابن مولانا عبد القادر شہید، جامعہ قادریہ فیصل آباد
نے عنایت فرمایا ہے اور فلم برادر م غلام حسین منہاس نے تیار کرائی، ہم دونوں حضرات کے شکر گزار ہیں

گیا۔ فرمایا، ”گھڑی کھلی سامنے رکھ دو“۔

یہ ایک ارشاد فرمایا، ”تصاویر ہٹا دو“۔ یہاں تصاویر کا

کیا کام!۔۔۔۔۔ یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ارشاد فرمایا،۔

یہی کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسے لے

اللہ اکبر! وصیت نامہ لکھوایا اور ایک ایک بات پر عمل کرایا۔۔۔ نزع کے

وقت ہوش کم ہو جاتے ہیں مگر اس کے محبوب اس اطمینان و سکون سے جاتے ہیں کہ جانا

معلوم ہی نہیں ہوتا ہے

قدسیوں کو بھی رشک اس جمعیت خاطر پہ ہے

کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشا نوں میں ہوں

امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں کو بھی انگریزی حکومت سے

لے حسین رضا خاں : وصایا شریف ، ص ۸

نوٹ، امام احمد رضا کی تقویٰ شجاری کا یہ عالم ہے اور ان کے مقابلے میں مولانا محمد علی جوہر جن کو انگریزوں

کا سخت مخالف کہا جاتا ہے تصویروں سے بہت پیار رکھتے تھے، اُس وقت بھی جب وہ انگریزوں کے

غلام جدوجہد میں مصروف تھے، قول و عمل کا یہ تضاد سخت حیران کن ہے۔۔۔ مولانا کے دوست، مولانا

عبدالمجاہد دیابلوئی رازدرون خانہ کو طشت بام کرنے ہوئے لکھتے ہیں، کہ مولانا محمد علی جوہر تصویروں کے بڑے

شائق تھے۔ سب کمروں میں تصویریں لگا رکھی تھیں اور ڈھانچے اور پیرا نگار خانہ ہی تھا۔ یہاں تک کہ انگریزی

مذاق کے ماتحت بعض تصویریں نیم عریاں بھی۔۔۔۔۔ دوست احباب منع کرتے، کسی کا نہ سنتے۔ تحریک خلافت

اور تحریک ترک موالات کے زمانہ میں اندرون خانہ یہ نگار خانہ موجود تھا۔ لیکن ۱۹۲۲ء میں یہ سب تصویریں اتار

دی۔ (وطنی)

(عبدالمجاہد، محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند ورق، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۲ء، ص ۲۵، ۲۸، ۳۱)

جو حضرات امام احمد رضا پر حزن گیری کرتے ہیں ان حقائق کی روشنی میں امام احمد رضا کے اخلاص نیت اور تقویٰ شجاری

کی قدر کریں۔ ان کا قول تو ہمیں ہر قسم کے تعذبات سے پاک تھا۔

نفرت تھی چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ انگریزی ملازمت ترک کر کے تجارت کی طرف متوجہ ہوں تاکہ ان کی معیشت مستحکم ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں :-

برادران ملت ! نوکری اور ملازمت کا خیال چھوڑ کر، تجارت پر ٹوٹ پڑو
تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہو جاتے ہو۔ لے

جس ترک موالات کی انہوں نے تعلیم دی وہ جذباتی نہیں، ہوشمندانہ تھی۔ وہ اس کے قائل نہ تھے کہ جذبات کی رو میں بہہ کر، ملازمت چھوڑ کر، ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے بیٹھ رہا جائے بلکہ وہ اس کے قائل تھے کہ ملازمت چھوڑی جائے تو ایک جامع معاشی پروگرام کے تحت۔۔۔ یہ ترک موالات دانشندانہ بھی ہے اور مومنانہ بھی۔

③ تعلیم و تہذیب

امام احمد رضا انگریزی اور انگریزی تعلیم کو ملت اسلامیہ کے لئے مذہبی نقطہ نظر سے غیر مفید سمجھتے تھے اور انگریزی نظام تعلیم سے متنفر تھے۔ چنانچہ تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے میں کفار و مشرکین ہند سے وادواتحاد کے خلاف جو سالہ تحریک فرمایا اس میں انگریزی نظام تعلیم پر بھی سخت تنقید کی ہے، لکھتے ہیں :-

انگریزی اور بے سود تفسیح اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا، جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آن مہلات میں مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا ہے؟ لے

۱۔ امام احمد رضا خاں، خطبہ مسرت، ص ۳۹

۲۔ امام احمد رضا خاں، الحجۃ المومنین فی آیتہ الممتحنہ، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم ۱۹۶۲ء،

یہ وہی رسالہ ہے جس کے لئے مخالفین کی طرف سے یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انگریزوں کے ایمار پر لکھا گیا۔ اگر ایسا ہوتا تو انگریزی اور انگریزی تعلیم پر یوں تنقید نہ کی جاتی اور یہ تلخ کلمات نہ کہے جاتے۔ ان کلمات کی قدر و قیمت کا اسی کو اندازہ ہو سکتا ہے جس نے درد مندی اور دل سوزی کے ساتھ گزشتہ ایک صدی میں انگریزی اور انگریزی تعلیم کے مثبت اور منفی اثرات کا تقابلی جائزہ لیا ہو۔ ————— آج بھی ہم ان تنقیدات سے روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارا نصابِ تعلیم ہم کو نہ مسلمان بناتا ہے اور نہ سچا پاکستانی۔ جو طالب علم صحیح معنوں میں مسلمان اور پاکستانی ہیں اس میں ان کے خاندانی ماحول کا دخل ہے نصاب کا نہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہمہ گیر تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ یہ جانیں کہ

○ — ہمس کیا ہیں — ؟

○ — ہمارا دین کیا ہے — ؟

انہیں دو سوالات کے جواب میں ہماری قومی تعمیر کار از مضمحل ہے۔ — امام احمد رضا کی زندگی میں بریلی سے الرضا کے نام سے ایک ماہنامہ جاری ہوا جس کے مدیر امام احمد رضا کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں تھے، اس ماہنامے کے ایک شمارے میں بھی انگریزی تعلیم اور انگریزی نظامِ تعلیم پر بے لاگ تنقید کی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں :-

علیٰ ہذا انگریزی درسگاہیں، خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ، کالج و یونیورسٹیوں

ہوں یا تفصیلی اور پرائمری مدارس و مکاتب مشرقی زبان کی درسگاہیں ہوں،

خواہ مغربی زبان کی — وہ جس مقصد کے لئے جاری کی گئی ہیں

اس کے سوا دوسرا مقصد ان سے حاصل نہیں ہو سکتا —

وہ مسلمان کو مسلمان بنانے، اسلامی زندگی کی حفاظت کرنے، اسلامی

عادات و خصائل کو رواج دینے، دینداری کے خوگر اور عادی بنانے

کے کام میں نہیں آسکتیں۔ ان کے پٹھے ہوتے طلبہ، اسلامی عقائد، اسلامی محبت و مودت، اسلامی اخوت و اتحاد، اسلامی طرز معاملات و معاشرت کا نمونہ نہیں ہو سکتے۔ غرض اسلامی حیثیت سے یہ مسلمان کے لئے کوئی کارآمد چیز نہیں ہیں۔

انگریزی نظام تعلیم کا کیسا دل لگتا تجزیہ کیا ہے! ————— آج جب کہ انگریزی نظام تعلیم کے نتائج ہمارے سامنے ہیں، اس تنقیدی جائزے کی ایک بات دل میں اترتی جاتی ہے۔ ————— یہ تنقید کوئی ایسا ماہنامہ نہیں کر سکتا جس کا سرپرست انگریزوں کا خب خواہ ہو۔

نہ صرف انگریزی نظام تعلیم بلکہ انگریزی تہذیب و تمدن سے بھی امام احمد رضا کو دل نفرت تھی چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں :-
انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام، اشد حرام اور انہیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی، قریب مجرم، واجب الاعداء کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیر تو گنہگار، مستحق عذاب۔ ————— والعیاذ باللہ العزیز الغفار۔ —————
یہی وجہ ہے کہ جب ندوۃ العلماء کے اجلاس میں انگریزی وضع قطع کے لوگ شریک ہوئے تو امام احمد رضا نے طنزاً یہ شعر ارشاد فرمایا ہے

وان تبنعوا من التقویٰ لباسا

فہذا کوٹ و بطلون جدید

ترجمہ: اگر تمہیں پرہیزگاری کا لباس درکار ہو تو یہ نئے نئے کوٹ بطلون ہیں۔

امام احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے اپنے خطبہ صدارت (مراد آباد ۱۹۲۵ء) میں انگریزی تہذیب و تمدن پر جو بے لاگ تنقید کی ہے وہ بھی قابل

ان الرضا دہلی، شماره ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء ص ۵

۲ امام احمد رضا: العلیایا النبویہ فی الفتویٰ الرضویہ، جلد سوئم، مطبوعہ لائل پور، ص ۲۴۴
۳ امام احمد رضا: آمال الابرار والامم الاشرار، ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء، مطبوعہ مظہر آباد، ص ۲۰

مطالعہ اور لائق توجہ ہے۔ آپ نے آل انڈیا سٹی کانفرنس منعقدہ مراد آباد
(۲۰ تا ۲۳ شعبان ۱۳۳۵ھ / مطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء) کے خطبہ صدارت میں ارشاد
فرمایا :-

ہمارے ملک کے بعض وہ اصحاب جنہیں علوم سے بہرہ نہ تھا اور دل میں
مسلمانوں کی رہنمائی کا شوق رکھتے تھے، نصارائے سے ان کے تعلقات
گہرے تھے، جب انہوں نے مسلمانوں کی تمدن کی طرف نظر کی تو
اپنے پاس وہ اسلامی تعلیم کا کوئی سرمایہ نہ رکھتے تھے، نہ علماء سے صحبت
و استفادہ کا موقع انہیں حاصل ہوا تھا، نصرانیوں کی صحبت میں زندگی
گزاری تھی، ان کی خوب طبیعت مانیہ ہو گئی تھی، مسلمانوں کو اسی سانچے میں
ڈھالنے اور نصاریٰ کے تمدن میں رنگنے کے درپے ہو گئے تھے حتیٰ کہ
جو نوجوان ان کے ہاتھ آئے، ان کی زندگی کا طرز انہوں نے نصارائے کے
مطابق کرایا۔ مسلمانوں کو نصرانی تمدن کیا فائدہ دیتا۔

تباہی و بربادی کی رفتار روز افزوں ترقی کرنے لگی اور ان نئے پیشواؤں
نے اسکو محسوس بھی کر لیا مگر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ اس
طریق زندگی میں تبدیلی کرنے سے تو مجبور تھے بناچار اپنے سکھاتے
ہوئے تمدن کو مفید بنانے کے لئے انہوں نے اسلام سے مخالفت
شروع کر دی اور مسلمانوں سے اسلامی عادات چھوڑنے اور نصارائے
کے رنگ میں رنگنے کے درپے ہو گئے اور ایک حد تک مسلمانوں پر یہ زہریلا
اثر ہوا۔

مولانا حامد رضا خاں نے پاک و ہند میں مسلمانوں کے اندر انگریزی تہذیب و تمدن
کے اثرات کا جو تجزیہ کیا ہے وہ حقیقت پسندانہ ہے۔ اس میں شک نہیں جو طبقہ

دلائل قاسمہ سے باطل کیا اور واقعی وہ باطل ہی قرار پاتے۔ اے
 آئزک نیوٹن دم ۱۷۲۷ء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 نیوٹن نے لکھا ہے کہ اگر زمین کو اتنا دباتے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو اسکی
 مساحت ایک انچ مکعب سے زیادہ نہ ہوتی۔ اے
 پھر اس کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 اہل انصاف دیکھیں سردار ہیماۃ جدید نیوٹن نے کیسی صریح خارج از عقل بات
 کہی ہے۔ اے

اسی طرح امریکی سائنس دان البرٹ آئین اسٹائن دم ۱۹۵۶ء کے نظریات پر تنقید
 کی ہے۔ آئین اسٹائن، امام احمد رضا کے معاصرین میں تھا۔ ایک اور
 معاصر امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف۔ پورٹاپا پر تنقید کی۔ جب اس کی
 پیش گوئی بانکی پور (پٹنہ) کے انگریزی اخبار ایکسپرس میں شائع ہوئی تو مولانا طفر الدین بہاری
 نے اس کا تماشہ ملاحظہ کے لئے بھیجا اور امام احمد رضا سے رائے طلب کی۔
 آپ نے پروفیسر مذکور کے لئے تحریر فرمایا :-

اے سان فرانسکو (امریکہ) کے ماہر نواب ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف۔ پورٹاپا نے ۱۹۱۹ء میں پیش گوئی
 کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بعض سیاروں کے آجانے سے کشش کے نتیجے میں دنیا میں قیامت منفری
 ہو رہی ہوگی۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے انگریزی اخبار ایکسپرس (بانکی پور، بھارت) میں یہ خبر شائع ہوئی جس سے پاک و ہند
 میں تہلکہ مچ گیا۔ جب اس سلسلے میں امام احمد رضا سے رجوع کیا گیا تو اپنے علمی دلائل سے اسکو باطل قرار دیا اور
 اس کے خلاف ایک رسالہ مبین مبین بہر دور جس سکون زمین (۱۹۱۹ء) تحریر فرمایا۔ نیویارک ٹائمز (امریکہ)
 کے ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کے شمارے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ممالک میں ۱۷ دسمبر کو بڑی ہلچل مچی اور
 دنیا بھر کے ہیئت دان دور بنیں لیے مطالعہ سماوی میں مصروف رہے مگر بالآخر وہی ہوا جو امام احمد رضا نے فرمایا
 تھا۔ وہ دن خیر و عافیت سے گزرا اور کچھ نہ ہوا۔ بیشک ”العواذ اسۃ المؤمن فانہ ینظر نبور اللہ“۔ مسود
 ۷۱ فوز مبین در حرکت زمین مشمولہ ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ولقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء ص ۳۹

کس عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا، سراپا
اغلاط سے مملو ہے۔ اے

اس کے بعد امام احمد رضا نے پروفیسر موصوف کے جواب میں علم ہیئت پر مستقل ایک رسالہ
تصنیف فرمایا جس میں اس کی مزخومات کو باطل قرار دیا اور حقیقت وہ باطل ہی ہو گئیں۔

⑤ مویدین، مقلدین و مجبین نصاریٰ

امام احمد رضا نے نہ صرف انگریزوں بلکہ ان کے خیر خواہوں، مقلدوں اور
چاہنے والوں پر بھی تنقید کی ہے، اگر وہ خود انگریزوں کے اشارے پر چلتے تو کبھی
ایسا نہ کرتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کے خیر خواہ، اور انگریزوں کے خیر خواہ، بقول
علامہ اقبال، قادیانی تحریک کے بیرون ممالک میں پہلے مراکز دوکنگ (انگلستان) اور
عاشق آباد (روس) میں قائم ہوئے۔ بہر کیف مرزا کے خلاف سب سے پہلے امام
احمد رضا کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں نے قلم اٹھایا اور ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۶ء میں
کامپور سے موصولہ ایک استفسار کے جواب میں قادیانیوں کے خلاف یہ رسالہ تصنیف
فرمایا:

الصارم الربانی علی اسراف القادیانی

۱۳۱۵ھ

یہ رسالہ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) کے کسی شماروں میں مسلسل شائع ہوا پھر بریلی سے

کتابی صورت میں شائع ہوا۔ ۲

اے احمد رضا: مکتوب محررہ ۱۲ صفر ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۹ء بنام مولانا طیف الدین بہاری
اے امام احمد رضا کے رسالے السور العقاب اشاعت اول ۲۲ صفر ۱۹۰۲ء کے ساتھ مولانا حامد رضا
خاں کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے قادیانیوں کے خلاف مستقل ایک ماہوار رسالہ
جاری کرنے کا خیال ظاہر کیا ہے، اس کے لیے انہوں نے چندے کی اپیل کی ہے۔ یہ اپیل ۴ ارذو القعدہ ۱۳۲۰ھ کو لکھی گئی۔
مسودہ

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں خود امام احمد رضا نے مولوی محمد عبدالغنی امرتسری کے استفتاء کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے :-

السور والعقاب علی المسیح الکذاب

۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء

اس کا پہلا ادیشن (مطبوعہ بریلی ۱۳۲۰ھ) ہمارے سامنے ہے۔ اس رسالے میں امام احمد رضا نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مرتد قرار دیا اور ان تمام افراد کو بھی جو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کو نبی مانتے ہیں۔ امام احمد رضا کے بھائی مولانا محمد حسن رضا خاں کی ادارت میں قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ جاری ہوا جس کا عنوان ہے :-

قہر الدیان علی مرتد بقادیان

۱۳۲۳ھ

ایک شمارے کا دوسرا ایڈیشن (مطبوعہ لاہور ۱۹۲۵ء) جو سید ایوب علی رضوی کے زیر اہتمام شائع ہوا راقم کے سامنے ہے۔ الغرض قادیانیوں کے خلاف امام احمد رضا، ان کے برادر اور صاحبزادگان نے بہت کچھ لکھا اور جدوجہد کی ہے۔ پاکستان میں چلنے والی پہلی تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) میں امام احمد رضا کے معتقدین اور متوسلین آگے آگے رہے اور بہت سوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ۱۹۶۳ء میں چلنے والی دوسری تحریک ختم نبوت میں امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا محمد عبدالمعین صدیقی کے صاحبزادے علامہ شاہ احمد نورانی اور دوسرے خلیفہ مولانا امجد علی اعظمی نے ایک رسالہ بعنوان "الروح البیانی علی رأس الوسوس الشیطانی" شائع کیا گیا۔

مولوی شرف علی تھانوی کا بھی ایک رسالہ بعنوان "الخطاب الملح فی تحقیق المہدی (۱۳۲۷ھ / ۱۹۱۴ء)

مسترد

محبوب پریس دہلی میں چھپا۔

۲۔ مولانا محمد عبدالمعین صدیقی نے قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا جو انگریزی، عربی اور اردو میں شائع ہوا۔

اردو میں "مرزائی حقیقت کا اظہار" عربی میں "مد المرآة" اور انگریزی میں "The Mirrors" کے نام سے شائع ہوا۔

کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری نے اہم خدمات انجام دیں۔ ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو پاکستان قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے سلسلے میں حزب اختلاف نے قرارداد پیش کی اور بالآخر منظور ہوئی۔ ۱۳۱۵ھ میں مولانا حامد رضا خاں صاحب، ۱۳۲۰ھ میں امام احمد رضا خاں اور بہت سے علماء نے جو فتوے دیا تھا آخر کار پاکستان کی قومی اسمبلی نے اس کو نافذ کیا اور وہ ایک زندہ حقیقت بن کر سامنے آیا۔

امام احمد رضا نے انگریزوں کے مقلدوں اور ان کے چاہنے والوں اور ان سے مدد لینے والوں کے خلاف بھی سخت تنقیدات کی ہیں۔ چنانچہ سر سید احمد خاں نے انگریزی تہذیب و تمدن کی اشاعت و فروغ کے لیے جو کچھ کیا اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں مسلمان قوم پرستوں نے کفار و مشرکین کی تقلید میں جو کچھ کیا اس کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

نصاری کی یہ غلامی کہ پیر نیچر نے تھامی، لیڈر جس کے اب زبانی ستا کی ہیں اور دل سے پُرانے حامی، اس کے نتائج تشبہ و وضع و تحقیر شرع،

۱۔ شامولانا محمد علی جوہر جو تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) میں انگریزوں کے مخالف تھے مگر اس سے پہلے اس کے حامی تھے چنانچہ پہلی جنگِ عظیم میں ترکوں کے خلاف انگریزوں کی مدد کی گئی جس کا خود مولانا نے اس طرح ذکر کیا ہے :-

مدہم نے پندرہ سو کروڑ روپے اور لاکھوں آدمی میدانِ جنگ بھیجا، اپنا ایمان بھی قربان کیا۔۔۔

مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں کے خلاف تلوار اٹھائی۔“ (اوراقِ گم گشتہ، مطبوعہ ۱۹۴۸ء، ص ۱۲۰)

اسی طرح مسٹر گاندھی جنہوں نے تحریکِ ترک موالات (۱۹۲۰ء) کی بنیاد رکھی اور انگریزوں سے عدم تعاون کا

چرچا کیا۔ یہ وہی ہیں جنہوں نے جنگِ عظیم میں ہندوستانی فوجیوں کو مسلمانوں کے خلاف بھیجا۔ ایک عینی شاہد

سید سلیمان شرف بہادر لکھتے ہیں :- جب ہندوستانی فوجیں اس جنگ میں ترکوں کے خلاف لڑنے کے لئے

بھیجی جانے لگیں تو کسی نے کچھ نہ کہا بعد مسٹر گاندھی نے فوجوں کو بھیجنے اور سپاہی بھرتی کرانے میں بڑی جدوجہد کی۔

دیسلمان شرف : انور مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء، ص ۱۴۷، ۱۴۸

شیوع دہریت و فروغ نچریت مطابقی نہ تھے بلکہ الٹا ہی
انگریزی تہذیب و تمدن کی تقلید سے جو خرابیاں پیدا ہوئیں امام احمد رضا نے اس کا
حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا ہے اور ایک ایک خرابی کو گنا یا ہے جس سے انگریزی تہذیب
کے بارے میں ان کے افکار و خیالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بقول امام احمد رضا اس تقلید سے
یہ خرابیاں پیدا ہوئیں :-

تشبیہ وضع یعنی مسلمانوں نے اسلامی وضع قطع چھوڑ کر رفتہ رفتہ انگریزی
وضع قطع اختیار کر لی اور اپنی تہذیب چھوڑ کر انہیں کے رنگ میں
رنگ گئے۔ اب یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں رہی۔

تحقیر شرح یعنی مسلمان انگریزی افکار و خیالات کے مقابلے میں شرعی امور و
نواہی کو بے وقعت سمجھنے لگے اور دینی امور پر بحث کرنے میں بہت
دلیر ہو گئے۔ یہ بات بھی بے حقیقت نہیں، وزن
رکھتی ہے۔

شیوع دہریت یعنی اسلام سے بیگانہ ہو کر مسلمان دہریت کی طرف چل
نکلے، چنانچہ ابوالکلام آزاد اور مولانا عبد الماجد دویا آبادی
پر خود ان کے بیان کے مطابق ایک ایسا زمانہ گزرا تھا جب کہ وہ
دہریہ ہو گئے تھے۔ اب بھی بعض تعلیم یافتہ دہریت
کی طرف مائل نظر آتے ہیں :-

فروغ نچریت یعنی مسلمانوں نے خدا کو چھوڑ کر نچر ہی کو سب کچھ سمجھ لیا،
اس طرح وہ ایمان و یقین اور توکل کی دولت سے محروم ہو گئے،
ان کی نگاہ پر عقل چھا گئی اور طریقت و عرفان سے ان کے دل خالی
ہو گئے۔

بہر کیف امام احمد رضا کی تحریر کے تیور بتا رہے ہیں کہ ان کو انگریزوں سے ترک موالات کرنے والوں کی نیت پر شبہ تھا اور انگریزی تہذیب و تمدن کی اشاعت سے شکایت، چنانچہ ایک جگہ وہ لکھ کر لکھتے ہیں :

” انگریز کی تقلید اور فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و نیچریت سے بچنا بہت دل خوش کن کلمات ہیں، خدا ایسا ہی کرے ! —
مگر یہ صرف ترک امداد و الحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے، اُس آگ کو بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خاں نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں۔“

اسی طرح ندوۃ العلماء نے جب انگریزوں سے راہ و رسم پیدا کی اور اپنے جلسوں میں ان کو بلوایا، اپنے مدرسہ کا ان سے سنگ بنیاد رکھوایا تو امام احمد رضا نے سخت تنقید کی۔ اہل ندوہ نے انگریزی حکومت کے بارے میں یہ اظہار کیا تھا (بقول امام احمد رضا) :-

” خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے،
گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا اہموت ہے، اس کے
معالے کو دیکھ کر خدا کی راضی و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔“
اہل ندوہ کے اس قول پر تنقید کرتے ہوئے امام احمد رضا لکھتے ہیں :-
” جس نے تمام بد مذہبوں سے واد و اتحاد کیا، خدا کو انگریزی گورنمنٹ
کا مثل بنایا۔“

۱۔ احمد رضا خاں، الحجۃ المومنین آیۃ الممتز، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم مطبوعہ دارالعلوم دیوبند، ص ۹۳

۲۔ عبد الوحید، دوبار حق و ہدایت، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۵ھ / ۱۹۰۰ء، ص ۱۲۳

۳۔ ایضاً، ص ۱۲۷

۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں صدر فیض عام (کانپور) کے سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر ندوۃ العلماء کی داغ بیل پڑی، مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے خلیفہ مولانا محمد علی مونگیری اس کے پہلے ناظم تھے اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد حسن کانپوری اس کے روح رواں تھے۔ ایک اجلاس کانپور میں امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھی شرکت کی اور اصلاح نصاب پر ایک مقابلہ پڑھا۔ مگر بڑی سرعت سے ندوۃ العلماء کا مزاج بدلا اور امام احمد رضا الگ ہو گئے بلکہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۵ء سے ندوۃ العلماء کے خلاف مہم کا آغاز کیا۔

ندوۃ العلماء کے اجلاس لکھنؤ منعقدہ اپریل ۱۸۹۵ء میں جو طویل نظم پڑھی گئی اس میں ملکہ وکٹوریہ اور لیفٹننٹ گورنر لارڈ الگن کی مدح کی گئی ہے۔ یہ اشعار ملاحظہ ہوں :-

دش خرم ملکش آباد باوا!	گورنمنٹ وکٹوریہ شاد باوا
زمیں پر میں جب تک جگنو جگتے	فلک پر میں جب تک ستارے چمکتے
درختوں پہ جب تک ہیں طائر چمکتے	گلتاں میں جب تک ہیں گل چمکتے

ہے لارڈ الگن کا اقبال یا اور

مدارج ہوں لیفٹننٹ صاحب کے برترے

ظاہر ہے ایک ایسی تنظیم سے امام احمد رضا کیسے وابستہ رہ سکتے تھے جس کے ارکان ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں رطب اللسان تھے۔ امام احمد رضا کا تو یہ عالم تھا کہ جس کارڈ پر ملکہ کی تصویر ہوتی اس کو الٹا کر کے پتا تحریر فرماتے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ندوۃ العلماء پر تنقید کی چنانچہ حدائق بخشش (حصہ سوم) میں اہل ندوہ کی ہجو میں بعض اشعار طے ہیں یہاں چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں :-

۱۔ سالانہ رپورٹ ندوۃ العلماء، مطبوعہ کانپور ۱۳۱۲ھ

۲۔ خواجہ رضی حیدر، تذکرہ محدث سورتی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۱ء، ص ۱۰۶

گہ روا فغن را بسہ پرتاج لطف اللہ نہند
گہ پوا اور را بہ تخت عالماں برمی کنند

بخت درخت و تخت دیں ہیں، جلوہ با صدرش براں
پاڈری و سکاٹ بامسٹر براڈری کنند

سازناز عالماں ہیں، نظم و بزم دیں بدیں
میز و اسٹیج و ٹکٹ ہال و کلب گھرمی کنند

زیں سگالش باچہ نالش ہا کہ خود ایں سرکشاں!
داور داوار را برنش گور نرمی کنند

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ عالموں
کی مسند پر انگریزوں کو بٹھایا جائے، اور انگریزی وضع کے مطابق جلسہ گاہ کو سجایا
جائے اور انگریزوں سے کسی قسم کی مدولی جائے اور ان کو اپنا آقا بنایا جائے۔
یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے عربی قصیدے میں جو سالہ ۱۹۱۹ء میں اجلاس پٹنہ میں ہزاروں
کے مجمع میں پڑھا گیا اہل ندوہ کو یوں انتباہ کیا ہے

۱۔ احمد رضا، عدالت بخشش، حصہ سوم مطبوعہ ناہر، ص ۳۱

۲۔ ایضاً ص ۳۱

۳۔ ایضاً ص ۳۱

۴۔ ایضاً ص ۳۲

خسر تکم حفظکم دینا و دنیا
لعمرا لله ذالخصر الجسد سیدک

ترجمہ: دین و دنیا دونوں میں اپنا حقہ زیاں میں ڈالا۔ حیات خداوندی کی قسم یہ بڑا ٹوٹا ہے۔

④ خلوت و جلوت

انسان کی خلوتوں اور اس کے دوست و احباب کی چاہتوں سے اس کی شخصیت کے سر بستہ راز کھلتے ہیں۔ ظاہر میں وہ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ خلوت و جلوت کے احوال یکساں ہوں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ ظاہر بہت دل پذیر ہے اور باطن بہت مہیب۔ تو آئیے امام احمد رضا کی خلوتوں میں چلیں ان کی باتیں سنیں اور دوستوں اور بزرگوں کو دیکھیں اور یہ معلوم کریں کیا خلوتوں میں انگریزوں کی تعریف ہوتی تھی اور کیا ان کے دوست و بزرگ انگریزوں کے خیر خواہ تھے؟

۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۹ء میں امام احمد رضا، مولانا عبدالسلام کی دعوت پر جبل پور

(سی۔ پی، بھارت) تشریف لے گئے۔ خیال ہے کہ یہ وہی سب سے جس میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور بڑے پیمانے پر انگریزوں کی مخالفت شروع ہوئی۔ قیام جبل پور کے زمانے میں امام احمد رضا کبھی کبھی سیر و تفریح کے لئے جایا کرتے تھے، مولانا عبدالسلام کے صاحبزادے، مفتی محمد برہان الحق جبل پوری (جن کا سن تشریف ۹۰ ہے) تجاوز کر چکا ہے، تحریر فرماتے ہیں :-

ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لیے بگھی پر گن کیرج فیکٹری کی طرف نکلے فوجی گورن کی پارٹی، فیکٹری سے اپنے اپنے کوارٹروں کی طرف جا رہی تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا: "کم بخت بالکل بند رہیں" لے

لے احمد رضا، آملہ لاہور، ص ۸

لے محمد برہان الحق، اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ ہند ۱۳۸۱ھ / ۱۹۸۱ء، ص ۹۱

انگریزوں کو بند رکھنے والا اس کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے ؟
 امام احمد رضا نے جن لوگوں سے اپنے خاص تعلق خاطر کا اظہار فرمایا ہے ان میں مجاہد جنگ
 آزادی مولانا فیض احمد بدایونی کے بھائی مولانا عبدالقادر بدایونی اور شہید جنگ آزادی مولانا
 کفایت علی کافی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا فیض احمد آگرہ، دہلی، لکھنؤ اور شاہجہان
 وغیرہ کے محاذوں پر لڑے اور کمان بھی کی۔ مولانا کفایت علی کافی مراد آباد
 کے صدر الشریعہ تھے، جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لیا اور ۱۸۵۸ء میں سولی پر لٹکا دیئے گئے
 تھے۔ مجاہد کبیر سے امام احمد رضا کو قلبی لگاؤ تھا جس کا اظہار انہوں نے اپنے
 اشعار میں کیا ہے۔ امام احمد رضا، کافی کی نعتیہ شاعری سے اس حد تک متاثر تھے کہ
 ایک قطعہ میں ان کو نعت گو شعراء کا بادشاہ قرار دیا ہے اور خود کو ان کا وزیر اعظم
 فرماتے ہیں :-

ہہکا ہے میرے بونے دہن عالم یاں نغمہ شیریں نہیں ٹہنی سے ہم
 کافی سلطان نعت گو یاں ہیں رضا ان شمار الشیریں وزیر اعظم
 یہ قطعہ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں کہا گیا ہے جب کہ ملکی اور سیاسی حالات ایسے
 نہ تھے کہ کوئی شخص کسی شہید جنگ آزادی سے اس طرح بیجا کاڑ تعلق خاطر کا اظہار کرے اور
 انگریزوں کے خیر خواہ سے تو یہ توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنا سلسلہ نعت، انگریزوں کے
 کسی دشمن جاں سے ملائے گا۔

④ الزامات و اسباب الزامات

مندرجہ بالا شواہد و حقائق سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف یہ کہ انگریزوں
 کے خیر خواہ نہ تھے بلکہ ان کو انگریزوں کی حکومت و عدالت، تہذیب و معاشرت، تعلیم و
 نظام تعلیم، افکار و خیالات، شکل و صورت غرض ہر بات سے نفرت تھی۔

۱۔ احمد رضا، حقائق بخشش، حصہ سوم، سلوہ بدایوں، ص ۹۳-۹۴

نفرت کا اندازہ ان کے اس حزم و احتیاط سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب انگریزوں سے ساز باز کے متعلق مخالفین کے قول کو نقل کرتے ہیں تو یوں فرماتے ہیں:۔

” اور کہتے کہ موقع مل جائے کہ دیکھتے نہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں، یہ تو

معاذ اللہ نصارے سے ملے ہوئے ہیں۔“ لے

تو آخر وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر ان کو انگریز نواز اور انگریزوں کا خیر خواہ کہا گیا؟ _____ راقم کے نزدیک اس کے اسباب مذہبی بھی تھے اور سیاسی بھی _____

امام احمد رضا کا اپنے مخالفین سے بحث و مناظرہ کا سلسلہ تو کافی عرصہ سے چل رہا تھا جس سے ان کے مخالفین کافی چراغ پاتے تھے، مگر یہ سب کچھ مذہبی سطح پر تھا۔ مخالفین نے سیاسی سطح پر امام احمد رضا کی تنقیدات کا بدلہ لینا چاہا اور اس میں ان کو ایک حد تک کامیابی ہوئی، مخالفانہ پروپیگنڈے نے نصف صدی تک امام احمد رضا کو اہل علم سے پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر یہ طلسم ٹوٹا اور حقائق سامنے آئے۔

تحریک خلافت ۱۹۱۹ء میں شروع ہوئی، برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے ہاتھوں سلطان عبدالحمید کی سلطنت ترکیہ کو جو خطرہ لاحق تھا اس کے پیش نظر یہ تحریک سلطنت ترکیہ کو جاری رکھنا چاہیے۔ بظاہر یہ مذہبی تحریک تھی مگر اس کے اسباب خالص سیاسی تھے۔ اور ہندوؤں کی شہرکت اس حقیقت کا اعجاز ہے، دراصل تحریک کے پردے میں ہندوؤں کی مخالفت کی خاطر ہندوؤں کی جدوجہد کر رہے تھے، اس راز سے بعض سادہ لوح مسلمانوں سے شہرہ تھی۔ امام احمد رضا نے اس سیاسی دورنگل کے قائل تھے اور

نہ وہ سیاسی معارض کی خاطر مذہب کو قربان کرنے کے لئے آمادہ _____
 ترکیب کے جو ایروں نے مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ کرنے کے لیے ایک چال چلی اور
 وہ یہ کہ مسلمانوں کو تسلیم قرار دینا اور سلطنت ترکیہ کو خلافت ترکیہ _____ شریعت اسلامیہ

میں خلیفہ اسلام اور بادشاہ اسلام، سلطنت اور خلافت کے لیے احکام مجداً ہیں۔
 خلیفہ اور خلافت کی حفاظت فرض ہے اور سلطان و سلطنت کی حفاظت و اعانت حسب
 استطاعت واجب۔۔۔۔۔ یہی وہ فرق تھا جس نے امام احمد رضا کو اس تحریک
 سے الگ رکھا، امام احمد رضا، عبد الحمید کو سلطان ترکی سمجھتے تھے، خلیفہ ماننے کے لیے تیار
 نہ تھے۔ البتہ اس کی اعانت کو حسب استطاعت واجب جانتے تھے۔۔۔۔۔
 بعد کے واقعات نے بتایا کہ خود اہل ترکی سلطان عبد الحمید کو بادشاہ ہی تصور کرتے تھے
 اور ان کی حکومت کو سلطنت، اسی لیے انگریزوں نے تو نہیں خود ترکیہ کے مصطفیٰ کمال
 پاشا نے سلطان عبد الحمید کو معزول کر کے ملک بدر کر دیا اور تمام سیاست داں ہٹکا بٹکا
 رہ گئے، شرمندگی مٹانے کے لیے انہیں کو مبارک باد کے تار بھیجنے لگے حالانکہ انہوں نے
 وہ کام کیا جس کی توقع انگریزوں سے کی جا رہی تھی۔۔۔۔۔

تحریک خلافت سے امام احمد رضا کی علیحدگی کو خوب ہوا دی گئی اور اب تک وہی
 جاتی ہے حالانکہ حقائق بالکل برعکس ہیں۔۔۔۔۔ اس ہوا دینے میں قابل ذکر سیاست
 دانوں کا ہاتھ ہے، چنانچہ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو بریلی میں جمعیتہ العلماء ہند کا اجلاس
 ہوا، اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے امام احمد رضا کو ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو خط
 لکھا جو ڈپلومیسی سے خالی نہیں مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالفین نے امام احمد رضا کے
 شرعی مسلک کو، سیاست میں گھسیٹ کر ان کو بدنام کیا ہے۔
 ابوالکلام لکھتے ہیں :-

مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ، ترک موالات اور اعانت اعدائے
 محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات
 مشہور ہیں۔

جس کو تاریخ کا علم نہیں وہ ان کلمات سے گمراہ ہو سکتا ہے مگر باخبر لوگ جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کو نہ سلطنت ترک کی مدد اعانت سے انکار تھا بلکہ ان کی جماعتِ رضا مسلطے نے خود اس کے لیے کوشش کی تھی۔ اور نہ وہ اسلام کے دشمنوں کے خیر خواہ تھے۔ وہ اٹریز اور ہندو دونوں کے بیک وقت مخالف تھے۔

مگر شہرت یہ دی گئی کہ تحریکِ خلافت سے اس لیے علیحدہ ہیں کہ اندرونِ خاندان اٹریزوں سے ساز باز کر رہی ہے سیاسی تحریکوں کے جوش جنوں میں عقل کا کہاں گزر؟

سب کو یقین آ گیا اور مخالفین کا یہ حربہ کامیاب رہا تا آنکہ حیات، خود سارج حیات بن کر سامنے نہ آئی اور خوب ناخوب عمل کی گرہ کو کھول کر نہ رکھ دیا۔ امام احمد رضا تحریکِ خلافت میں مخالفین کے طرز عمل اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

” معلوم تھا کہ اگر تو کچھ نہیں سکتے، نہ خود نہ وہ، خالی چیخ و پکار کا نام حمایت رکھنا، اہل عقل و دین اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف توجہ الی اللہ پر قانع رہیں گے اگر شاید شکر ت چاہیں تو انہیں مذہبِ اہلسنت ہر شے سے زیادہ عزیز ہے، مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے، لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلافتِ مذہبِ اہل سنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھے انہیں مسلمانوں سے ہمہ تن نہیں یہ تو معاذ اللہ نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام بھڑکیں اور دیوبندیت

۱۔ تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا۔

۲۔ امام احمد رضا، دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

۳۔ محمد مسعود، داخل برطیوی اور ترک مرآت، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء

۴۔ محمد مسعود، تحریک آزادی ہند اور السواوال اعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء

دوہا بیت کے پنجے ہمیں لے

جس طرح تحریک خلافت میں امام احمد رضا کو اصولی اختلاف تھا اسی طرح تحریک ترک
موالات کے (جولائی ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی) اصولی اختلاف تھا۔ غیر منقسم
ہندوستان میں ہمیشہ ہندو اکثریت میں رہے اور اس میں مسلمان سلاطین کی عظیم الشان ،
رواداری کا پورا پورا عمل دخل ہے۔ لیکن مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔
بالعموم خطرات اقلیت کو اکثریت سے ہوتے ہیں نہ کہ اکثریت کو اقلیت سے ، تو بنیادی
طور پر مسلمانوں کو انگریزوں سے زیادہ ہندوؤں سے خطرات تھے اور اس کے نظائر و
شواہد سامنے آچکے تھے ، یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی۔ اکبر بادشاہ کے
زمانے میں اگرچہ اقتدار مسلمانوں کے پاس تھا مگر ہندو اپنی سیاسی حکمت عملی سے اقتدار
میں اس طرح ذلیل ہو گئے کہ خود اسلام خطرے میں پڑ گیا ، جن حضرات کی تاریخ پر گہری
نظر ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں۔

قوم پرست مسلمانوں اور جمعیتہ العلماء ہند کے اکابرین کا طرز عمل اس تاریخی پس منظر
سے بالکل بیگانہ نظر آتا ہے ، انہوں نے غیر منقسم ہندوستان کے طویل اسلامی ماضی کے
تجربات و مشاہدات اور اپنی آنکھوں دیکھے خونچکاں واقعات سے قطع نظر کر کے ہندوؤں کے

لے احمد رضا: دوام لعیش ، ص ۹۲ ، ۹۵

نوٹس ، امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ ”دیوبندیت اور دوہا بیت کے پنجے ہمیں“ معنی خیز معلوم ہوتا
ہے خصوصاً اس خبر کی روشنی میں جو اسی زمانے میں مولانا مختار احمد صدیقی صدر جمعیتہ العلماء ہند (صوبہ بمبئی)
نے ایک خط میں تحریر فرمائی ، آپ نے فرمایا :-

”ملائی اس صوبہ میں اس قومی روپے سے جو ترکوں کے دردناک ممالک بیان کر کے

وصول کیا گیا تھا ، بے تک و لا کہ تقویت الایمان چھاپ کر مفت تقسیم کر چکے ہیں۔“

(غیر صحت مولانا محمد رضا خان ، مراد آباد ۱۹۲۵ء - ص ۲۱)

(مسترد)

آگے دوستی و محبت کا ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ ان کو اپنا قائد اور رہنما تسلیم کر لیا۔
 امام احمد رضا کو اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا جس نے خود مذہب پر
 ضرب کاری لگائی تھی۔ اگر ہندوؤں سے دوستی و محبت کا وہ منہ بھرا نجات
 اور مسلمان صرف آزادی کے لیے جدوجہد کرتے تو یقیناً امام احمد رضا کو اپنا ہم نوا پاتے
 چنانچہ تحریک پاکستان جس میں ایک ہندو بھی شریک نہ تھا، امام احمد رضا کے حلقہ مرہ، تلامذہ
 اور معتقدین نے بھڑپور حصہ لیا، ان کا نقطہ نظر سیاسی سے زیادہ اسلامی تھا۔ امام احمد رضا
 اس کے لیے سرگزیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کے جوئے کو، تار کر ہندوؤں کے حقوق
 غلامی کو گلے میں ڈالا جائے اور اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت
 کا مالک بنا دیا جائے۔ قوم پرست مسلمانوں کو ہندوؤں کے اخلاص نیت
 پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا کو ہندوؤں کی نیتوں کا حال معلوم تھا چنانچہ بعد کے
 حقائق و شواہد سے امام احمد رضا کے اندیشوں کی تصدیق ہوتی ہے۔

حال ہی میں اسٹریٹ ویکی میں مسز اندرا گاندھی کی غیر مطبوعہ کتاب مالی ٹروٹھ
 سے چند اقتباسات شائع ہوئے ہیں جس کو روزنامہ جنگ (کراچی) نے نقل کیا ہے
 اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوم پرست ہندوؤں کے دل، قوم پرست مسلمانوں کے
 لئے کتنے تنگ تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہندوستان میں مسلمان اقتدار میں آئیں
 سینے مسز اندرا گاندھی راز درون خانہ کو طشت ازبام کرتی ہیں :-

”جب ڈاکٹر ذاکر حسین کو بھارت کے صدر کے عہدے کے لئے ہمارا
 امیدوار نامزد کیا گیا تو ہمارے بہت سے لوگوں کو کسی مسلمان کے صدر

لے اہل دانش کے لیے طوفان مگر ہے کہ ایک زمانہ تھا جب تحریک خلافت میں خلافت اسلامیہ کی بقا کی جدوجہد
 میں مسٹر گاندھی پیش پیش تھے اور ایک یہ زمانہ ہے کہ خود اپنے ملک میں جب مسلمانوں نے اپنے
 حقوق کی بات کی اور پاکستان کا مطالبہ کیا تو مسٹر گاندھی نے سخت مخالفت کی۔ اس طرز عمل سے ان کے

اخلاص نیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (مسعود)

مملکت بننے کا خیال پسند نہیں آیا۔ میں نے پارلیمنٹ کے ارکان، صوبائی اسمبلیوں کے ارکان اور دوسرے بہت سے حضرات سے اس بارے میں تبادلاً خیال کیا تھا اور ان سب کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر ذاکر حسین میں سوائے اس کے کوئی خرابی نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔

اسے اقتباس سے واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا کے اندیشے صحیح تھے۔
 دراصل جو لوگ امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگاتے ہیں وہ قوم پرستانہ سیاست پر یقین رکھتے ہیں اور ایک قومی نظریہ کے حامی ہیں۔ ان کے نزدیک بدیسی مشرکین و نصاریٰ سے بدیسی مشرکین و کفار کا اقتدار بہتر ہے مگر اسلام کی نظر میں بدیسی کی کوئی تمیز نہیں۔ اقتدار خواہ بدیسی مشرکین کا ہو یا بدیسی مشرکین کا اسلام کی نظر میں ایک ہے۔
 امام احمد رضا نے قوم پرستانہ ذہنیت کے خلاف جہاد کر کے اسلام کی آفاقیت کا پرچار کیا اور مسلمانوں کو بیدار کیا، ان میں دینی حمیت پیدا کی۔ انہوں نے بتا دیا کہ حکومت ہو تو اسلام کی ہو ورنہ اسلام کی نظر میں بدیسی برابر ہیں بلکہ وہ مشرکین بدتمہ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی بنا پر قتل کیا اور قتل عام جاری رکھا۔ اے بہر کیف تحریک ترک موالات میں امام احمد رضا کی مخالفت کی بڑی دھوم دھام تھی۔ مشہور نو مسلم مترجم قرآن، محمد ماراڈیوک پکٹھال (صدر سندھ خلافت کانفرنس) نے

۱۔ اخبار جنگ و تراجم، شمارہ ۲۹ نومبر ۱۹۸۰ء، ص ۱۲، ک ۱۶

جوالہ اسٹریٹ ویکی، نومبر ۱۹۸۰ء

۲۔ امام احمد رضا کے زمانے میں اور اس سے پہلے اور بعد بہت سے ہندو مسلم فسادات ہوئے اور کیوں ہوئے

تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء سے اب تک ہندوستان میں تقریباً ۵ ہزار فرقہ دارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ یہ اعداد ہندوستان کے مشہور صحافی گلڈیپ نیر نے مہیا کئے ہیں۔ مرن ۱۹۶۵ء میں ۳۶۸ فسادات ہوئے۔

(جنگ و تراجم) ۲۵۱ نومبر ۱۹۸۰ء، ص ۲، ک ۷ اور ۱۹۸۰ء میں مراد آباد، اللہ آباد، علی گڑھ وغیرہ

میں جو کچھ ہوا وہ تو اجماعی کی باتیں ہیں۔ الغرض تقسیم ہند سے لے کر اب تک لاکھوں مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔ (مسور)

تحریک ترک موالات کے زمانے میں ۱۹۲۱ء میں کراچی کے ایک اجلاس میں فرمایا :-
 ”مجھے معلوم ہے ایسے حضرات بھی ہیں جو ہندوؤں کی قیادت کو مسلمانوں
 کے لئے غلط تصور کرتے ہیں۔“
 امام احمد رضا نے اپنی بہت سی تحریروں میں تحریک ترک موالات سے علیحدگی کے
 اسباب کا ذکر کیا ہے اور اس تحریک کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ رسالہ
 قابل ذکر ہے :-

المحجة المؤمنة فی اية الممتحنة ۲

اسبغ الاثر ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء)

اسے رسالے میں ایک جگہ سید احمد خاں کی انگریز نوازیوں اور ترک موالات کے
 حامیوں کا ہندو نوازیوں کا تعابلی جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

مگر لہذا انصاف وہ غلامی اور صوری تھی — سید احمد خاں نے کسی پادری
 نصرانی کو اموروں میں صراحتاً اپنا امام و پیشوا نہ لکھا تھا آیات و احادیث کی تمام
 عمر کو چرچ یا صلیب پر نشان کرنا نہ کہا تھا، کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں
 کا داعظ و ہادی نہ بنایا تھا، نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری

۱۔ محمد افضل اقبال، لائف اینڈ ٹائم آف محمد اقبال، مطبوعہ لاہور، ص ۲۲۰

۲۔ راقم نے اس رسلے کی روشنی میں ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ کے عنوان سے ایک مقالہ قلم بند کیا تھا
 جو کتابی صورت میں مرکزی مجلسِ دینا، لاہور نے ۱۹۴۹ء میں شائع کر لیا تھا، اس کے بعد لاہور سے اس کے چار
 ایڈیشن اور شائع ہو چکے ہیں۔ لکھے یہاں مولانا عبد الباقی زنگی علی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے گاندھی کی قیادت
 کو تسلیم کیا اور اسکو پیشوا بنایا اور خواجہ حسن نظامی، مہاتما گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء) لکھے یہاں بھی مولانا زنگی
 علی کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے ایک فارسی شعر میں گاندھی کے لیے کہا کہ جو عمر قرآن و حدیث میں گزری تھی وہ سب
 کی سب ایک بت پرست کے قدموں پر نچا اور کروی (بجوالہ مذکور) ہے مولانا محمد علی جوہر نے دہلی کی جامع مسجد
 کے مکتب پر شروعاً شہ کو ساتھ بٹھایا اور اس سے تقریر کرائی۔ (عبد الوحید خاں، مسلمانوں کا ایشیا اور جنگ آزادی ص ۱۴۳)

۳۔ مولانا شہ کت ۲، نے ہندوؤں کو، رضا کو خدا کی رضا قرار دیا اور محمد ص ۱۴۳، تصنیف، قادریہ، بریلی

کو نبی بالقوہ نہ بنایا تھا۔ اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہو رہی ہے، ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زیادہ کیا جا رہا ہے۔^۱ مسلمانوں پر مسٹر گاندھی کی سیاست کا کچھ ایسا جاو و چلا کہ نہ صرف گاندھی کی قیادت بلکہ ان کی ولایت کے لیے راہ ہموار کی جانے لگی چنانچہ اس سلسلے میں محمد ابراہیم ٹیکوٹ پکٹھال کے مندرجہ ذیل خیالات دلچسپی سے خالی نہ ہوں گے، ۱۹۲۱ء میں اجلاس کراچی میں انہوں نے فرمایا :

”لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہندو ولی جو زیادہ بلند سطح پر ہو، ایک ایسے گنہگار مسلمان سے بہتر قائد ہے جو پست سطح پر ہو کیوں کہ بلند سطح کے لیے صرف ایک قانون ہے۔ مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ سب کے لیے ایک ہے۔ یہ قانون الہی ہے جو قرآن شریف میں نازل ہوا۔“^۲

غالباً پکٹھال کا اشارہ اس آیت کی طرف ہے ان الذین امنوا والذین ہادوا ولا ھدی عن ذن ابوالکلام آزاد نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن کی جلد اول میں اس آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :-

”انسان کا تعلق خواہ کسی دین و مذہب سے کیوں نہ ہو اگر وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے تو نجات اخروی کا مستحق ہے۔“^۳

مسٹر گاندھی کو اس تفسیر سے بڑی تقویت ملی اور خوشی ہوئی کیونکہ وہ اس تفسیر کے مطابق خود کو نجات اخروی کا مستحق سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے تفسیر کے اس حصے

۱۔ اسماعیل غفر لک نے گاندھی کے لیے یہ بات کہی ویسا اخبار، لاہور، ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء

۲۔ احمد رضا، الحجۃ الموقرہ، مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۰ء، ص ۹۲

۳۔ محمد مسر، دت اینڈ ٹائم آف محمد اقبال، ص ۲۲۰

۴۔ رسالہ ایان (بنا)، شمارہ ۵، اپریل ۱۹۲۰ء

” ان کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے ” لعنة اللہ علی الکذبین“
 جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے نیک بندوں کی لعنت ہو ۔“ لے
 ممکن ہے کہ اس صفائی اور وضاحت کے بعد بھی بعض حضرات کو اطمینان نہ ہو تو ان کے لیے
 ایک ایسے شخص کی شہادت پیش کی جاتی ہے جو تحریک موالات میں امام احمد رضا کے مخالفین
 میں شمار ہوتے تھے یعنی مولانا سید محمد جعفر شاہ پھلواری ، سینے وہ کیا کہتے ہیں :-
 ” ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی مجھے فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
 سے کوئی دلچسپی نہ تھی ، ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق مشہور کر رکھا تھا کہ
 ”نعوذ باللہ“ وہ سرکار برطانیہ کے ڈپٹی فایاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک
 موالات کی مخالفت پر مامور ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ دراصل ہر دور میں کسی
 کو بدنام کرنے کے لئے کوئی چلتا ہوا اصطلاحی لفظ اختیار کر لیا جاتا ہے جس
 کے تماشے میں اپنی زندگی میں بہت دیکھ چکا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔
 اس قسم کی خبریں خواہ ایک فی صد بھی اپنے اندر صداقت نہ رکھتی ہوں لیکن عام
 لوگ کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ کوئی ثبوت طلب کئے بغیر ایمان لے
 آتے ہیں ، ایسے مواقع کے لئے یہ محاورہ بنا ہے ”کو آکان لے اڑا“
 تحریک ترک موالات کے جوش میں تحقیق کا ہوش نہ تھا ، اس لیے ایسی
 افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن جیسے جیسے شعور آتا گیا ،
 مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا گیا ۔ ۲
 اسی طرح امام احمد رضا کے معاصر اور عینی شاہد سید الطاف علی بریلوی نے لکھا ہے :-
 ”سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی بلاشبہ

۱۔ السواد الاعظم . (مراد آباد) ، شماره جمادی الاول ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء ، ص ۳۰

۲۔ محمد مرید احمد چشتی : نیابان رضا ، (تلمی) ، مکتبہ قادریہ لاہور

حریت پسند تھے، انگریزی اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی،
 ”شمس العلماء“ قسم کے کسی خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے
 صاحبزادگان مولانا حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحب کو کبھی تصور بھی
 نہ ہوا۔ والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔ اے

⑨ حقائق و شواہد

مندرجہ بالا شواہد و حقائق کی روشنی میں اب وثوق اور یقین کے ساتھ کہا جاسکتا
 ہے کہ انگریزوں نے جس طرح مولوی سید احمد بریلوی کی دعوت کی تھی، امام احمد رضا کی
 اس طرح کبھی دعوت نہ کی تھی

نہ

جس طرح انگریزوں نے مولوی سید احمد بریلوی کی مدد کی تھی، امام احمد رضا کی
 کبھی مدد کی۔ ۳

نہ

امام احمد رضا نے مولوی اسماعیل دہلوی کی طرح انگریزوں کے متعلق یہ اظہار خیال کیا ہے۔
 ”ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے بلکہ ان پر
 کوئی حملہ اور ہتھیاروں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں
 اور اپنی گورنمنٹ پر آنچ نہ آنے دیں۔“ اے

۱۔ اخبار جنگ کراچی، شمارہ ۲۵، جنوری ۱۹۴۹ء، ص ۶، ک ۵۔

۲۔ محمد علی: مخزن احمدی، مطبوعہ مفید عام آگرہ، ص ۶۷

۳۔ حسین احمد: نقش حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۴ء، ص ۱۲-۱۳

۴۔ مرزا حیرت دہلوی: حیات طیبہ مطبوعہ دہلی، ص ۲۶۶

نہ

کبھی سلطان حجاز عبدالعزیز بن سعود کی طرح انگریزوں سے کوئی معاہدہ کیا اور نہ انگریزوں نے آپ کے لئے کبھی یہ لکھا :-

” عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن فیصل السعود کی خود اپنے اور اپنے ورثہ اور قبائل کی طرف سے ایک عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ طرفین (برطانیہ اور ابن سعود) میں دوستانہ راہ و رسم کی تجدید و تائید ہو جائے۔“

نہ

کبھی عبدالعزیز بن سعود کی طرح حکومت برطانیہ نے آپ کو ”ستارہ ہند“ کا خطاب دیا اور نہ کوئی تمغہ لگایا۔^۱

نہ

امام احمد رضا نے مولوی ندیر حسین دہلوی کی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء کے بارے میں کبھی یہ اظہار خیال کیا اور نہ کسی رسم کو تحفظ دیا۔^۲

وہ میاں وہ ٹہڑ تھا، بہادر شاہی نہ تھی، وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا، بہادر شاہ کو بہت سمجھایا مگر وہ باغیوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے۔^۳

۱۔ یہ معاہدہ ۱۸ صفر ۱۲۳۲ھ / ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء کو ہوا۔ اس میں انگریزوں کی بالادستی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پر دائرہ نے ہندو چیمبر فورڈ اور عبدالعزیز بن سعود کے دستخط ہیں۔

(سرگزشت حجاز، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۲۷ء، ص ۲۲-۲۳)

۲۔ ۱۹۱۶ء کے لگ بھگ ابن سعود کو حکومت برطانیہ نے ”ستارہ ہند“ کا خطاب دیا اور بمقام کویت حکومت کے نمائندہ خلیج فارس، سرپرستی کا کس نے اپنے ہاتھ سے ابن سعود کے سینے پر تمغہ لگایا۔

سرگزشت حجاز میں اس تقریب کا عکس موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو ص ۱۸ کے مقابل والا صفحہ)

۳۔ فضل حسین بہاری : الحیات بعد الممات، مطبوعہ کراچی ۱۳۷۹ھ، ص ۱۲۷

۱۲۵ ” ” ” ” ” ”

در مجھے اُمید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا مہجرانہ سازش یا معاندت
سلطنت کار و ادار نہیں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم دینے سے منع فرمائے۔
الْمُنْكَرَ وَالْبَغْيَ يَأْتِيهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمْ يَلْمُوا

نہ

دارالعلوم دیوبند کی طرح دارالعلوم منتظر اسلام کے لئے کسی انگریز
فٹینٹ گورنر کے معتمد نے اس راستے کا اظہار کیا :-
”یہ مدرسہ خلافت سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار، ممدومعاون سرکار ہے۔“

نہ

کسی انگریز معتمد نے یہ اظہار خیال کیا :-
”مجھے افسوس ہے کہ آج سر ولیم میور صاحب (گورنر صوبہ متحدہ) موجود نہیں
ورنہ بکمال ذوق و شوق اس مدرسہ کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے۔“

نہ

امام احمد رضا نے دارالعلوم دیوبند کی طرح اپنے علمی اور مذہبی اجلاس میں کبھی
کفار و مشرکین کو بلایا اور نہ ان کو کوئی صدارت پر بٹھا کر مجلسِ علماء کو ذلیل و رسوا کیا۔

۱۔ تاضی محمد سلیمان منصور پوری، خطبہ صدارت آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقدہ آگرہ ۳۰ مارچ ۱۹۲۸ء بحوالہ

خطبہ سلیمانی، شائع کردہ مسلمان کمپنی سوہرہ (ضلع گوجرانوالہ) مارچ ۱۹۶۲ء، ص ۲۷۲

۲۔ اخبار انجمن پنجاب، لاہور، مجریہ ۱۹ فروری ۱۸۷۵ء

۳۔ ماہنامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند، لاہور، فروری، مارچ ۱۹۶۶ء، ص ۱۹۶

۴۔ اخبار جنگ (کراچی)، مندرجہ ذیل شمارے :-

دلی ۱۲ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱۲، ک ۸ (د) ۲۰ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱، ک ۳

دبئی ۲۱ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱۲، ک ۲ (د) ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱، ک ۵

دبئی ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۲، ک ۶ (د) ۳ اپریل ۱۹۸۰ء، ص ۴، ک ۸

نہ

ریاست بھوپال کے معتمد المہام اور مشہور مصنف نواب صدیق حسن خاں کی طرح کبھی یہ کہا،
 درہن میں تیس سال کامل متوسل و متوطن اس ریاست بھوپال کا ہوں
 حکام عالی منزلت یعنی کارپردازان و دولت انگلشیہ کو تاجر بہ اس ریاست کی
 خیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت دولت (صدیق حسن خاں) کا
 خصوصاً ہو چکا ہے۔ لے

نہ

کبھی نواب صدیق حسن خاں کی طرح انقلاب ۱۸۵۷ء کے لیے یہ اظہار خیال فرمایا :-
 دو بغاوت جو ہندوستان میں بزمانہ ندر ہوئی اس کا نام جہاد رکھنا
 ان لوگوں کا کام ہے جو اصل دین اسلام سے آگاہ نہیں ہیں اور ملک میں
 فساد ڈالنا اور اس کا اٹھانا چاہتے ہیں۔ لے

نہ

ترک موالاتی لیڈروں کی طرح پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کے خلاف ہندوستانی
 مسلمان سپاہیوں کو بھیجا اور مولانا محمد علی جوہر کی طرح اعتراف گناہ کرتے ہوئے
 یہ کہا،

”ہم نے پندرہ سو کروڑ روپے اور لاکھوں آدمی میدان جنگ میں بھیجے،
 اپنا ایمان بھی قربان کیا..... مسلمانوں نے مسلمان بھائیوں
 کے خلاف تلوار اٹھائی، اس کا جو معاوضہ دیا جا رہا ہے اس کو مد نظر
 رکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ بہت مایوس کن ہے۔ لے

لے صدیق حسن خاں، ترجمان ادب، بیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۲ء، ص ۶۹، ۲۹

لے ” (مختصاً) ص ۱۰۶ ” ص ۵۴

لے تقریر مولانا محمد علی، اجلاس آل انڈیا کانگریس، امرتسر ۱۹۱۹ء، ہواد اور اوراق گم گشتہ مرتبہ رئیس احمد جعفری، امرتسر ۱۹۶۷ء

نہ

مولوی اشرف علی تھانوی کی طرح انگریزوں کی حمایت میں صراحتاً یہ فتویٰ دیا :-
 ”چوں کہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ
 کسی کی ملت و مذہب سے پر خاشس اور مخالفت نہیں کرتے
 اور نہ کسی کی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں اور اپنی رعایا کو
 یہاں ہندوستان میں جو مملوکہ و مقبوضہ اہل مسیح ہے، رہنا اور ان کا
 رعیت بننا درست ہے۔ اے (۱۰ صفر ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء)

نہ

امام احمد رضا کے کسی معتقد نے ان کے متعلق یہ بات کہی جو مولانا شبیر احمد عثمانی نے مولانا
 اشرف علی تھانوی کے لیے فرمائی :-

”حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، ہمارے آپ کے
 مسلم بزرگ و پیشوا تھے ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ
 ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت کی جانب سے دیئے جاتے تھے،
 اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مولانا تھانوی، کو اس کا علم
 نہیں تھا کہ روپے حکومت دیتی ہے۔“ اے

نہ

امام احمد رضا کے کسی عقیدت مند نے یہ بات کہی جو مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے بانی
 تبلیغی جماعت مولانا محمد الیاس کے لیے فرمائی :-

در مولانا الیاس صاحبہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتداءً حکومت

اے رئیس احمد جفری، اوراق گم گشتہ، ص ۳۲

اے محمد زکی دیوبندی، مکالمۃ الصدیقین (۲۶ رذی الحجہ ۱۳۶۴ھ)، دارالاشاعت دیوبند

سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا۔
اس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا حضرات میں سے بعض نے زمانے کے نشیب و فراز کے
ساتھ انگریزوں کے خلاف بھی جدوجہد میں حصہ لیا مگر ان کا دامن سیاست انگریز نوازی کے
داغ سے بالکل پاک نہ رہ سکا۔ بر خلاف امام احمد رضا کے ان کا دامن سیاست زندگی کے
ہر مرحلے پر اس خصوص میں بے داغ رہا۔ یہ بات تاریخی شواہد سے ثابت ہو چکی اور اس کا
اعتراف کیا جانا چاہیے۔ جن لوگوں نے زندگی کے کسی نہ کسی مرحلے پر
انگریزوں کی حمایت کی اور ان کی تعریف میں رطب اللسان رہے اگر ان کے ساتھ یہ
رعایت کی جاتی ہے اور ان کا دامن انگریز نوازی کے داغ سے پاک دکھایا جاتا ہے تو
امام احمد رضا اس رعایت کے زیادہ مستحق ہیں، ان کی زندگی انگریز نوازی کے الزام سے
ایسی بری ہے کہ کسی قسم کی مجرمانہ چشم پوشی کے تکلف کی ضرورت ہی نہیں۔ بس اتنی سی بات
ہے کہ تاریخ میں وہی لکھا جائے، حقائق جس کی شہادت دے رہے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا۔ کافروں، مشرکوں، انگریزوں، یہودیوں، آتش پرستوں
قادیانیوں غرض ہر باطل فرقے کو اسلام اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے۔ انتقال سے
صرف ایک ماہ قبل ۲۵ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ کو انہوں نے جو شعر ارشاد فرمایا وہ ان کے سیاہی
مسک کا آئینہ دار ہے، سنیے وہ کیا فرماتے ہیں :-
ع کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا
ترجمہ: کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے۔ خواہ وہ مرتد ہو یا مشرک، یہودی ہو یا عیسائی
اور یا آتش پرست۔

۱ محمد زک دیوبندی، مکالمۃ العسین (۲۶ رذی الحجہ ۱۳۶۱ھ) دارالاشاعت دیوبند، ص ۸

۲ محمد مصطفیٰ رضا خان، الطاری الداری، صفحہ دوم، مطبوعہ بیٹلی ۱۹۲۱ء، ص ۹۹

پاکستان کے مرکزی وزیر تعلیم خان محمد علی خاں ہوتی نے مندرجہ بالا حقیقت کی اس انداز سے تشریح کی ہے :-

” فاضل بریلوی جنہوں نے مسلمانوں کی فکری آبیاری کے لئے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب ہر موضوع پر تحریر فرمائی ہیں، مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ کفر کی سب قسموں سے الگ رہنا چاہیے، اگر انگریزوں سے ترک موالات ضروری ہے تو ہندو سے بھی ترک موالات لازمی ہے، نہ ہندو مسلمان کا ساتھی بن سکتا ہے اور نہ ہی غمخوار۔“

ہمارے بعض مورخین و محققین جو غیر مورخانہ اور متعصبانہ مہم میں شریک رہنے مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور تاریخ کو اس کے صحیح پس منظر میں پیش کر کے ملت اسلامیہ کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ اب تک جو ہوا سو ہوا بہر حال اب کوشش کی جانی چاہیے کہ پاکستان کی اس تاریخ کی اصلاح کی جائے جو بقول ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ایک طرفہ طور پر لکھی گئی۔ سنئے وہ کیا کہتے ہیں :-

” جب میں علماء اہل سنت کے موضوع پر تحقیق کر رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جو تحریک جہاد کے بارے میں اب تک لکھا گیا ہے وہ سب ایک طرفہ ہے۔“

۱۔ تقریر سلسلہ یومِ رمنا، منعقدہ راولپنڈی ۱۷ جنوری ۱۹۸۰ء

بحوالہ افق (کراچی)، شمارہ ۶، فروری ۱۹۸۰ء، ص ۲۸

۲۔ تقریر مجلس مذاکرہ سلسلہ یومِ رمنا، منعقدہ کراچی ۶ فروری ۱۹۷۸ء

افضل اقبال، ڈاکٹر : لائف اینڈ ٹائم آف محمد علی، مطبوعہ لاہور

امجد علی اعظمی : قامع الواہیات من جامع الجزئیات، مطبوعہ بریلی ۱۳۳۱ھ

انوار رضا : شکرستِ حنفیہ لمیٹڈ، لاہور ۱۹۶۶ء

برہان الحق جلیپوری : اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء

جمیل الرحمن قادری : تحقیقاتِ قادریہ، مطبوعہ بریلی

حامد رضا خاں : خطبہ صدارت جمعیت عالیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۲۳ھ / ۱۹۲۵ء

” ” : الصارم الربانی علی اسراف القادیانی، مطبوعہ بریلی

حسن رضا خاں : قہر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) مطبوعہ لاہور ۱۹۵۲ء

حسن نظامی، خواجہ : مہاتمہ گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی ۱۹۲۰ء

حسین احمد دیوبندی : نقشِ حیات، جلد دوم، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۲ء

حسین رضا خاں : وصایا شریف (۲۵ صفحہ) ۱۳۲۳ھ / ۱۹۲۱ء، مطبوعہ لاہور

رضی حیدر خواجہ : تذکرہ محدث سورتی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۱ء

رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

رضنا علی، سسر : اعمال نامہ، مطبوعہ دہلی

رمضان علی، ابوالحسن : تاریخ و ہابییہ، مطبوعہ لائل پور ۱۹۶۶ء

رئیس احمد جعفری : اوراقِ گم گشتہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء

سیما اشرف بہاری : النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۰ء سیما منصور پوری : خطباتِ سلیمانی، مطبوعہ ۱۹۶۲ء

ظفر الدین، بہاری : حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی

عاشق الہی میرٹھی : تذکرۃ الرشید، جلد اول، مطبوعہ دہلی

عبدالحکیم اختر : رسائلِ رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء

عبدالمجاہد دیا آبادی : محمد علی کی ذاتی ڈائری کے چند ورق، جلد اول، مطبوعہ اعظم گڑھ

عبدالوحید خاں، ڈاکٹر : مسلمانوں کا ایشیا اور جنگِ آزادی

- عبدالوحید، قاضی : دربار حق و ہدایت ، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
- صدیق حسن خاں، نواب : ترجمانِ ولایت ، مطبوعہ امرتسر
- فضل حسین بہاری : الحیات بعد الممات ، مطبوعہ کراچی ۱۳۶۹ھ
- محمد اکرام ، شیخ : شبلی نامہ
- محمد زکی دیوبندی : مکالمۃ الصدرین ، مطبوعہ دیوبند
- محمد شفیع ، مفتی : مولانا احسن نانوتوی ، مطبوعہ کراچی
- محمد علی ، سید : مخزن احمدی (فارسی) ، مطبوعہ آگرہ
- محمد رفیع حسینی : خیابانِ رضا ، (قلی) ، مخزنہ مکتبہ قادریہ ، لاہور
- محمد مصطفیٰ رضا خاں : الملقوط ، حصہ دوم ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء
- : الطاری الداری لہفوات عبدالباری ، مطبوعہ بریلی
- مزارحیت و طوبی : حیاتِ طیبہ ، مطبوعہ دہلی

مشریحین قدوائی : سرگزشت حجاز ، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء

رسائل

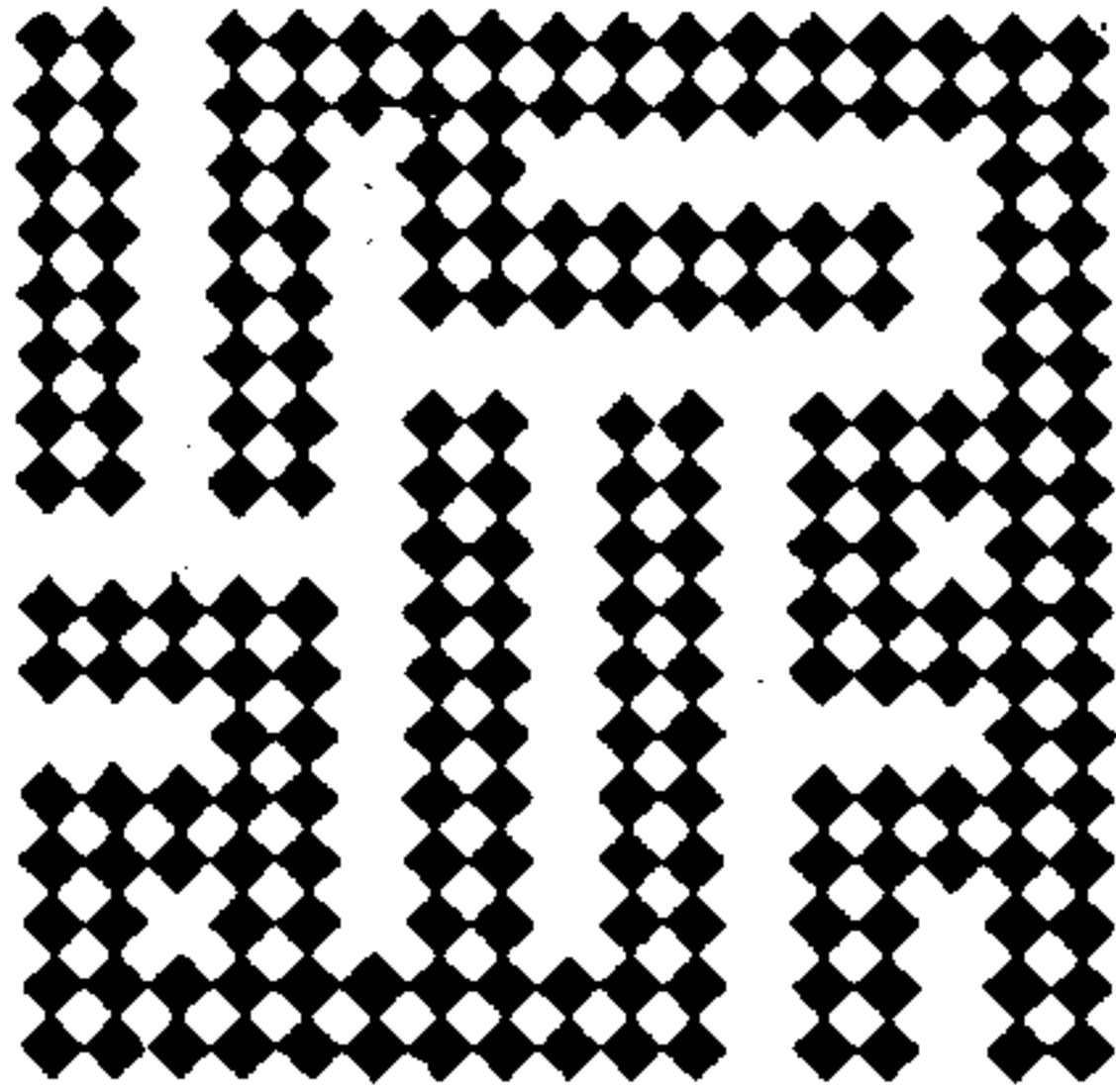
- الرضا (بریلی) ، شماره ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ
- السواد الاعظم (مراد آباد) ، شماره جمادی الاول ۱۳۳۹ھ
- ہمدرد اسلامیکس (کراچی)

اخبارات

- انجمن پنجاب (لاہور) ، شماره ۱۹ فروری ۱۹۶۵ء
- پیہ اخبار (لاہور) ، شماره ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء

جنگ (کراچی)	، شماره	۱۶	مارچ	۱۹۸۰ء
جنگ	"	"	۲۰	مارچ
جنگ	"	"	۲۱	مارچ
جنگ	"	"	۲۲	مارچ
جنگ	"	"	۲۳	مارچ
جنگ	"	"	۳	اپریل
جنگ	"	"	۲۵	جنوری ۱۹۷۹ء
جنگ	"	"	۲۹	نومبر ۱۹۸۰ء

مستند



الخندق

تقریباً

(۲۱)

مقالہ ”گناہ بے گناہی“ پہلی بار ۱۹۸۱ء میں الجمع الاسلامی (مبارک پور بھارت) نے دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا، پھر پاکستان میں پہلی بار فروری ۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا، یہ ایڈیشن دو ماہ کے اندر ختم ہو گیا، اس کے بعد دوسرا ایڈیشن اسی ادارے نے اپریل ۱۹۸۲ء میں اسی تعداد میں شائع کیا، یہ بھی چند ماہ میں ختم ہو گیا، اب تیسرا ایڈیشن ضمیر کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

مقالے کی اشاعت کے بعد ملک و بیرون کے دانشوروں اور صحافیوں نے اس کی پذیرائی کی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا، یہاں چند تاقرات پیش کئے جاتے ہیں جن سے مقصود توحیدیتِ نعمت کے ساتھ ساتھ یہ بتانا ہے کہ سمجھنے والوں نے سمجھا ہے، پرکھا ہے، تسلیم کیا ہے اور اپنا فیصلہ سنایا ہے۔

① ڈاکٹر پیر محمد حسن، سابق شیخ الادب اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور (پاکستان)

”گناہ بے گناہی“ نہایت عمدہ رسالہ ہے اور ڈاکٹر مسعود صاحب

نے بہت کامیابی کے ساتھ نبایا ہے۔“

۱۷ مکتوب محررہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۲ء بنام مولوی محمد مراد احمد چشتی

② پروفیسر ابرار حسین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد (پاکستان)

دو گناہ بے گناہی " بہت ہی مدلل ہے اور اب کسی اعتراض کی
گنجائش نہیں۔ لے

③ پروفیسر محمد اسحاق قریشی، صدر شعبہ عربی، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد (پاکستان)

میں نے آپ کا مقالہ دو گناہ بے گناہی "
پڑھا تو خوب لطف آیا، ماشاء اللہ ایک موضوع پر تسلی بخش مواد
مہیا ہو گیا، آپ کا انداز تحریر نہایت ہی فاضلانہ ہے، زیر بحث
موضوع کا سر پہلو سامنے آگیا، لے

④ روزنامہ جنگ (کراچی)، شمارہ ۱۶ اپریل ۱۹۸۲ء، ص ۷، ک ۷

تحریک آزادی کے اہم موضوع پر اس کتاب کو نظر انداز نہیں کیا
جاسکتا۔

⑤ ماہنامہ الاشراف (کراچی)، شمارہ ستمبر ۱۹۸۲ء، ص ۴۵

مخالفین اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یقیناً اپنی رائے بدلنے پر
مجبور ہوں گے بشرطیکہ ان میں قبول حق اور انصاف پسندی کی صفات
ہوں۔

لے مکتوب محرمہ ۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد

۷ مکتوب محرمہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد

اس میں شک نہیں امام احمد رضا کے مخالفین میں بعض حضرات انصاف پسند بھی ہیں چنانچہ ایسے ہی ایک انصاف پسند ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر نے یہ کتاب پڑھی تو فرمایا:-
مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے دل میں جو زنگ تھا وہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد دھل گیا۔

لیکن بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو دھوپ نکلنے کے باوجود آفتاب کو تسلیم نہیں کرتے۔ ایسے حضرات کے متعلق ایک پروفیسر صاحب نے یہ اظہار خیال فرمایا ہے :-

خدا معلوم انسان اتنا کوتاہ اندیش کیوں ہے کہ حقائق سے انماض کرنے میں فخر سمجھتا ہے، یہ شپڑہ شپڑی آجکل عام ہے اور لکیر کے فقیر کی طرح جو ایک بار سن لیا اسے حزر جاں بنائے رکھا، میرا ذاتی تجربہ ہے کہ امام احمد رضا کے بارے میں اکثر لوگوں کی معلومات نہایت ناقص ہیں، سنی سنائی بات پر اس قدر اعتماد اور تحقیق و جستجو سے ایسا فرار؟

حیرت ہوتی ہے! اے

یہ علمی دنیا کے حق پسند اور انصاف پسندوں کی آواز ہے۔ سب کو حیرت ہے کہ آنکھوں والوں کو کیا ہو گیا کہ دیکھتے نہیں۔ لیکن حیرت کی کوئی بات نہیں۔ پروپیگنڈا دور جدید کا موثر ہتھیار ہے، اس کے سامنے علم و دانش اور فلسفہ و منطق ہیچ ہیں۔ امام احمد رضا کے خلاف اسی ہتھیار کو استعمال کیا گیا، یہ کوئی قیاس و گمان نہیں بلکہ اس کے لیے ایک ایسی شہادت میسر آگئی ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ امام احمد رضا کے انتقال (۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء) کے چھ روز بعد (۳ نومبر ۱۹۲۱ء) لاہور کے مشہور

اے مکتوب محررہ ۲۲ مارچ ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد سعید احمد۔

پیسہ اخبار نے اپنے ادارہ میں ایک تعزیتی نوٹ شائع کیا جس کا عکس جناب ظہور الدین خاں صاحب (سیکرٹری مرکزی مجلس رضا لاہور) کی عنایت سے ملا۔ اس ادارہ میں لکھا ہے کہ ہندوؤں سے موالات اور انگریزوں سے ترک موالات کرنے والے، امام احمد رضا سے :-

بہت ناخوش تھے، یہاں تک کہ آپکا بائیکاٹ اور بدنام کرنے میں ان کی طرف سے کوشش کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا گیا۔ باوجود اس کے مرحوم کا پایہ ثبات اپنے راستے سے نہ ہٹا۔ اے

۱۹۲۱ء میں مخالفانہ پروپیگنڈے کا جو سلسلہ چلا ۶۱ برس گزر جانے کے باوجود اب تک جاری ہے، بعض اہل علم بھی حقائق سے چشم پوشی فرما رہے ہیں، اور اس پروپیگنڈے میں شریک ہو کر علم و دانش کو رسوا کر رہے ہیں، اسی قسم کے ایک فاضل پروفیسر نے اپنی کلاس کے طلبہ سے جو کچھ فرمایا وہ خود ان کے طالب علم کی زبانی سینے اور عبرت حاصل کیجئے۔ — طالب علم موصوف پروفیسر صاحب کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

انہوں نے اعلیٰ حضرت کو انگریزوں کا فتنہ دیوبند کے مقابلے میں قرار دیا اور اعلیٰ حضرت کی گراں قدر تصنیفات کو بھی فراڈ قرار دیا کہ وہ کتب انگریزوں نے اور لوگوں سے لکھوا کر اعلیٰ حضرت کے نام سے شائع کرائیں وغیرہ وغیرہ آئے

اے روزنامہ پیسہ اخبار (لاہور) شمارہ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء

۲ مکتوب طالب علم محررہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۲ء بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد

نوٹ :- یہاں مقصود حقیقت واقعہ کا اظہار ہے اس لئے مقلم اور معلم کے نام ظاہر کرنے

سے اعراض کیا گیا۔ مسعود

حق پوشی اور دروغ گوئی کی یہ بدترین مثال ہے۔۔۔ اس قسم کے
فضلا و علماء نوجوان نسل کو عمداً گمراہ کر رہے ہیں جو ہرگز ان کے شایان
شان نہیں۔۔۔ امام احمد رضا اپنے وقت کے آفتاب تھے، مدیر پبلسٹیج
(لاہور) نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا ہے :-

آپ ہندوستان میں علوم وینیہ اسلامیہ کے آفتاب تھے۔۔۔
یہ کسی عقیدت مند کی آواز نہیں۔۔۔ یہ ایک بے لاگ صحافی کی آواز
ہے۔۔۔ یہ آواز بریلی سے نہیں آرہی۔۔۔ یہ آواز لاہور سے
آ رہی ہے۔۔۔ ہاں یہ آواز سُنی جانی چاہیے۔۔۔ بشک امام احمد رضا
ایک ایسے آفتاب تھے جس کی شعاعوں نے دور و نزدیک روشنیاں پھیلائیں
۔۔۔ دیکھتے دیکھتے ظلمتوں کے پروے اٹھتے چلے گئے۔۔۔
۔۔۔ عرب و عجم کے فضلا و دانشوروں نے اس کا اعتراف کیا ہے
۔۔۔ مگر بے بصری و شہرہ ختمی کو کیا کہیے، چڑھتے دن اور کھلتی
دھوپ میں بھی آفتاب کا انکار کیا جا رہا ہے۔۔۔ انکار کا یہ سلسلہ
بہت دراز ہے۔۔۔ شاید اس بے مہری ایام کو دیکھ کر امام احمد رضا کی
روح نے اپنی شعاعوں کو یہ پیغام دیا ہو سے

پھر میرے تجلی کردہ دل میں سما جاؤ

چھوڑو چمنستان و بیابان و درو بام

پیغام ملتے ہی سے

آفاق کے ہر گوشے سے اٹھتی ہیں شعاعیں

بچھڑ گئے خورشید سے ہوتی ہیں ہم آغوش

اور پھر نصف صدی تک جدید دنیا سے یہ آفتاب چھپا رہا — شعاعیں
خاموش رہیں — مگر بالآخر ایک شوخ کرن نے ہمت کی، قدم بڑھایا،

بولی کہ مجھے رخصت تنویر عطا ہو! جب تک کہ نہ ہو مشرق کا سرکہ ذقہ جہاں تاب
پھوڑوں گی نہ میں ہند کی تاریک فضا کو! جب تک نہ اٹھیں خراب سے مردان گراں خراب
پھر دنیا سے دیکھا، اُجالا ہی اُجالا تھا — آفتاب پوری آب و تاب
سے چمک رہا تھا — کوئی مانے نہ مانے، دیدہ و روان رہے ہیں۔

(ب)

بات ایک پروفیسر صاحب سے چلی تھی کہاں سے کہاں جا پہنچی
پروفیسر صاحب سنی سنائی پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ دیکھنے کی
ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے — وہ ہمارے ایسے پڑھے طبقے کے
مماندہ ہیں جس کے لئے آنکھیں بے حقیقت ہیں اور کان ہی سب کچھ ہیں —
دنیا سے علم و دانش میں یہ انقلاب کبھی نہ آیا تھا کہ کان، آنکھ کی مندر پر بٹھا دیا گیا ہو
اور آنکھ کو رخصت کر دیا گیا ہو — اسی بے بصری کی وجہ سے یہ کان والے
امام احمد رضا کو انگریزوں کا پروردہ کہتے ہیں کیوں کہ ان سے کان والے ہی کہتے
چلے آئے ہیں — ہمارے رسالے کا موضوع ہی اس الزام کی تردید
سے — بہت کچھ عرض کر دیا گیا، اب کچھ اور عرض کیا جا رہا ہے تاکہ حق اور
بند ہو جائے — یہ دلائل و شواہد مقالے کی اشاعت کے بعد سامنے آئے

سنیے!

①

امام احمد رضا اپنی ایک قلمی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :-
 دعوتِ مسیحیت کہ بحمد اللہ از زبان انگریزی نقشِ حرفے برکری
 لوح نہ نشاندہ ام لے
 ترجمہ : خدا کا شکر ہے کہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میں نے انگریزی زبان کا ایک
 حرف بھی تختی پر نہ لکھا۔
 کیا انگریز کا کوئی خیر خواہ، انگریزی سے اس حد تک متنفر ہو سکتا ہے ؟
 یہ تحریر بتا رہی ہے کہ امام احمد رضا نہ صرف انگریزوں سے بلکہ ان کی زبان سے،
 انگریزی سے بھی متنفر تھے جس کو آج ہم گلے لگائے ہوئے ہیں اور انگریز
 دشمنی اور اسلام پسندی کا دعویٰ بھی کرتے جاتے ہیں۔

②

اسی انگریزی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :-
 ”ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائدِ فاسد ہوں اور جس سے علمائے
 دین کی توہینِ دل میں آئے، انگریزی ہی ہو خواہ کچھ ہو، ایسی چیز
 پڑھنا حرام ہے۔“

③

ایک سوال کیا گیا کہ ایک مولوی صاحب پادری کے پاس جاتے ہیں، اس کے

۱۔ امام احمد رضا: مسفر للطالع للتقويم والطالع (۱۳۲۴ھ / قلمی، ص ۱
 ۲۔ امام احمد رضا: فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، مطبوعہ ٹانڈہ ۱۹۸۱ء، ص ۲۴

ہاں کھاتے پیتے ہیں، اس سے بحث و مباحثہ کرتے ہیں، اس بحث میں پادری حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ کے متعلق گستاخانہ طرز تکلم اختیار کرتا ہے، مولوی صاحب کو منع کیا جاتا ہے کہ ایسے پادری کے پاس نہ جایا کریں مگر وہ ممانعت کا ثبوت مانگتے ہیں، مولوی صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟

امام احمد رضا نے جواباً فرمایا :-

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو سکتا جن میں اللہ اور رسول کے ساتھ استہزاء و طعن کئے جاتے ہوں، وہ ثبوت مانگتا ہے، اسے اگر ایمان کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کی مثل نصارے ہونے کا فتویٰ دے رہا ہے۔ لے

دوست کی رعایت تو بہر صورت کی جانی چاہیے، مگر یہاں کسی صورت منظور نہیں پھر دوست ہی نہیں بلکہ دوست کا پیشوا پادری۔ اس کے علاوہ جب مباحثہ ایک انگریز پادری سے ٹھہرا تو اس سے ادب و احترام کی کیا توقع رکھی جائے مگر امام احمد رضا کی غیرت ایمانی کو گوارا نہیں کہ کوئی انگریز مباحثہ میں بھی شان رسالت تاب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخانہ پیش آئے چنانچہ وہ فیصلہ صادر فرما رہے ہیں کہ ایسے گستاخ انگریز سے مباحثہ کرنے والا مولوی بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۴)

قادیانی حیاتِ مسیح (علیہ السلام) کے قائل نہیں جب کہ تمام مسلمان اس کے قائل ہیں، قادیانیوں کو برطانوی حکومت سے جو تقویت ملی وہ ڈھکی چھپی بات نہیں، اگر

امام احمد رضا بھی انگریزوں سے فیض یافتہ ہوتے تو قادیانیوں کی رعایت فرماتے مگر انہوں نے نہ قادیانیوں کی رعایت کی اور نہ انگریزوں کی اور حیات مسیح کے موضوع پر ایک فاضلانہ رسالہ تصنیف فرمایا جس کا عنوان ہے ۔

الجزء الہدائی علی المرتد الفتناء دیانی

۱۳۲۰ھ

یہ رسالہ اسی سال تصنیف فرمایا جس سال آپکا وصال ہوا یعنی اُس سال جس سال آپ پر انگریز نوازی اور انگریزوں کی خیر خواہی کا الزام لگایا گیا۔ یہ رسالہ انگریزوں اور قادیانیوں کے عقیدے کی بھگنی کرتا ہے، انگریز کا خیر خواہ ایسے نازک وقت میں جب انگریز کے خلاف ہمہ گیر تحریک چل چکی تھی ایسا رسالہ لکھ کر جلتی پرتیل کا کام نہ کرتا۔ لیکن امام احمد رضا کا کہنا تھا کہ کوئی جلتا ہے جلا کرے مگر اسلام پر آنچ نہ آنے پائے۔ وہ اسلام کے نڈر محافظ اور بیباک مجاہد تھے۔

(۵)

امام احمد رضا پر الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں سے ترکِ موالات کے خلاف تھے مگر ایسا نہیں وہ ہر کافر سے موالات کے خلاف تھے اور چودھویں صدی کے عیسائیوں کو بھی کافر ہی سمجھتے تھے، ان کا اٹل فیصلہ تھا !
موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے۔ لے
حقیقی دوستی، ذہنی مطابقت سے پیدا ہوتی ہے، جب دو جماعتوں کے عقیدے ہی متناسق ہوں تو ذہنی و فکری مطابقت و موانست ممکن ہی نہیں، یہ

صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں جماعتوں میں سے ایک دوسرے کے لئے اپنے ایمان اور عقیدے کو قربان کر دے اسی لئے شرعاً کافروں سے موالات، دوستی و الفت، حرام ہے بلکہ عقلاً بھی حرام ہے کیونکہ عقیدہ ہی ایک ایسی دولت ہے جس کو سب سے زیادہ سنبھال کر رکھا جانا ہے، کوئی عقلمند یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی اس کی بہ دولت لوٹ لے جائے، امام احمد رضا نے اسی لوٹ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، حیرت ہوتی ہے، ممنون ہونے کے بجائے یہ کہا گیا کہ وہ نوانگریزوں کے خیر خواہ ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ کو انگریزوں کا خیر خواہ کہنا ایک ایسی ستم ظریفی ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لے

(ج)

انگریز نوآزمی کے الزام سے امام احمد رضا کی بریت کے ساتھ ساتھ ہم نے اس رسالے میں ایسے حقائق پیش کئے ہیں جن سے امام احمد رضا کے مخالفین کا رامن کسی نہ کسی مرحلے پر انگریزوں سے وابستہ نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور شہادت میسر آئی ہے۔

مولوی محمود حسن دیوبندی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے استاد اور پاکہ ہند کی مشہور شخصیت قاری عبدالرحمن انصاری پانی پتی کے حالات پر قاری محمد عبدالمعلم انصاری نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے :-

حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی و مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء (۶) میں امام احمد رضا کے سیاسی مسلک کا تفصیلاً

جائزہ بیگیسے، اُس سے رجوع فرمائیں۔ مسعود

تذکرۃ الصالحین المعروف بہ تذکرۃ رحمانیہ

اس میں تذکرہ نگار نے چھٹے باب میں قاری صاحب کے فضائل و مناقب بیان کئے ہیں، اور ان کی اخلاص و لٹہیت اور بے نفسی کے ذیل میں مندرجہ ذیل دو واقعات لکھے ہیں :-

۱۔ " غدر ۱۸۵۷ء میں جب اہل باندہ نے سرکار انگریزی سے بغاوت کی تو حضرت نے اس موقع پر پوری کوشش فرمائی کہ لوگ اس جلتی آگ میں کودنے سے کسی طرح رُک جائیں، جن علماء سے بلا نفی نظر جہاد کا فہم دینے میں لغزش ہو گئی تھی، حضرت نے تحریراً، و تقریراً دونوں طرح اس کی تردید فرمائی اور مخلوق خدا کو اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔"

۲۔ " غدر کے دوران جب اور جہلدار نے انگریزوں کے بے گناہ بچوں اور عورتوں پر دست درازی شروع کی تو آپ ایسی حرکتوں سے نہایت ناراض ہوئے اور علی الاعلان اس قسم کے افعالِ شنیعہ کی آپ نے مذمت کی، غالباً اس وجہ سے جب بغاوت زوروں پر تھی تو پچھترہ (۱۷) انگریز مرد وزن تلاش امن میں حضرت کے پاس آئے، حضرت نے ٹھہرنے کے لئے ان سب کو اپنا مدرسہ دیدیا اور خدام و طلبہ کو ہدایت فرمادی کہ ان منظلوم و سبکس انگریزوں کی مدد و حفاظت اور خاطر

۱۔ محمد عبدالحلیم انصاری : تذکرہ رحمانیہ، شائع کردہ دارالاشاعت رحمانیہ، پانی پت، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء

ص : ۶۱ ۶۲

نوٹ :- مولانا اسد قتلمی اور جناب خلیل احمد مانا کی عنایت سے ہم کو یہ حوالہ میسر آیا۔ مسعود

مدارات لوجہ اللہ بموجب حکم خدا اور رسول کرو۔ اے
 اسے میں شک نہیں کہ سیاق و سباق سے قاری صاحب کی درومندی و نیکی
 اور لہبت کا اندازہ ہوتا ہے اس لیے ان واضح شہادتوں کے باوجود ہم حتمی طور
 پر ان کو انگریزوں کا خیر خواہ نہیں کہہ سکتے لیکن اگر اس قسم کی کوئی شہادت
 امام احمد رضا کے متعلق مل جاتی تو یقیناً ان کو نہ بخشا جاتا۔ یہاں صرف
 یہ بتانا مقصود ہے کہ جو الزام امام احمد رضا پر لگایا جاتا ہے وہ تو اس سے بالکل
 بری ہیں مگر بہت سے متدین اور متقی حضرات کا دامن بھی اس سے پاک نہیں،
 پھر کیوں بے داغ کو واغدار بنایا جاتا ہے اور کھرے کو کھوٹا دکھایا جاتا ہے؟
 دروغ گوئی اور حق پوشی کا یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا؟
 اس باب کو اب ختم ہو جانا چاہیے۔ اہل علم
 کی پیشانی پر یہ ایک داغ ہے۔

یہ بات کسی طبقے یا فرقے کی نہیں۔ بات حقائق کی ہے۔

سچی بات کو سچائی کے ساتھ کہنے کی ہے۔ ہاں

اسی سچائی پر تو میں اپنے مستقبل سنوارتی ہیں۔ اسی سچائی کو قلب و نظر

تو رہے ہیں۔ اسی سچائی کے لئے اسلاف کی رو میں

پکار رہی ہیں۔ اسی سچائی کے لیے مورخ کا قلم بیقرار ہے۔

اسی سچائی کے لئے دلوں نے درتھے کھول دیئے ہیں۔ ہاں سے

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق۔ یہی رہا ہے ازل سے قلندر کا طریق

احقر محمد مسعود احمد عنہ

۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ ھ

پرنسپل، گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹہ (سندھ)

۱۶ جنوری ۱۹۸۳ء

لے محمد عبدالحلیم انصاری، تذکرہ رحمانیہ، شائع کردہ دارالاشاعت رحمانیہ، پانی پت، ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۸ء، ص ۲۲

وکیل احمد بلیقہ خواجہ عماد الدین عارفی سلطان خادم سلسلہ اولیاء اللہ طبقہ حیدریان

Respected Professor Masood Sahib,

I have recently gone through the english version of your Urdu treatise "GUNAHE-E-BEGUNAH" under the title of "A BASELESS BLAME" which has been published by Idara-e-tehqeegat-e-Imam Ahmed Reza. From the preface of this treatise, it has come to my knowledge that you have been undertaking research work on the versatile and manifold personality of Imam Ahmed Reza who is sine-dubio, A real genius of the East. After studying this book, I have come to realise the importance of your endeavours which you are making in order to emblaze the different characteristics of Imam Ahmed Reza. This is in deed very heartening that Almighty Allah has given you enlightened vision to courageously contradistinguish the blame which has been falsely incriminated on Imam Ahmed Reza and exculpate him from this spurious blame.

The study of this book has created a desideration in my mind to meet you personally and to know about your scholarly work which you have adduced hitherto. Today, I met my brother disciple Makhdoom Munawar Farooqi who has promised me to take me to your residence. I am very much enthusiastic to see you and discuss with you about your research work. Kindly accept my sincere felicitations on your treatise GUNAH-E-BEGUNAH. I aspire that Almighty Allah may give you strength and courage to continue your endeavours for doing research work on Imam Ahmed Reza.

With profound regards,

Yours sincerely,

Khawaja Imaduddin

(KHAWAJA IMADUDDIN ARFI SULTAN)

1998

R-432 سیکٹر 1، شاداب ٹاؤن نارنگھ کراچی، پوسٹ کوڈ 75850

رضویات پر مسعود ملت کی چند اہم کتابیں

- ۱۔۔۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، لاہور، ۱۹۷۱ء
- ۲۔۔۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، لاہور، ۱۹۷۳ء
- ۳۔۔۔ عبقری الشرق (انگریزی)، لاہور، ۱۹۷۸ء
- ۴۔۔۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، سیال کوٹ، ۱۹۸۱ء
- ۵۔۔۔ گناہ بے گناہی، لاہور، ۱۹۸۱ء
- ۶۔۔۔ حیات امام اہل سنت، لاہور، ۱۹۸۱ء
- ۷۔۔۔ اکرام امام احمد رضا، لاہور، ۱۹۸۱ء
- ۸۔۔۔ دائرہ معارف امام احمد رضا، کراچی، ۱۹۸۲ء
- ۹۔۔۔ امام احمد رضا اور عالم اسلام، کراچی، ۱۹۸۳ء
- ۱۰۔۔۔ اجالا، کراچی، ۱۹۸۳ء
- ۱۱۔۔۔ رہبر و رہنما، کراچی، ۱۹۸۶ء
- ۱۲۔۔۔ تنقیدات و تعاقبات امام احمد رضا، لاہور، ۱۹۸۸ء
- ۱۳۔۔۔ آئینہ رضویات، جلد اول، دوم، سوم، کراچی ۱۹۸۹-۹۶ء
- ۱۴۔۔۔ امام احمد رضا اور عالمی جامعات، صادق آباد، ۱۹۹۰ء
- ۱۵۔۔۔ امام احمد رضا اور علوم جدیدہ و قدیمہ، لاہور، ۱۹۹۰ء
- ۱۶۔۔۔ تاج الفقہاء، لاہور، ۱۹۹۰ء
- ۱۷۔۔۔ محدث بریلوی، کراچی، ۱۹۹۳ء
- ۱۸۔۔۔ انتاب حدائق بخشش، کراچی، ۱۹۹۵ء
- ۱۹۔۔۔ خوب و ناخوب، کراچی، ۱۹۹۸ء



